

www.KitaboSunnat.com

# امام ابن تیمیہ

اور ان کے

## تلامذہ

حافظ عبدالہادی

حافظ ذہبی

حافظ ابن کثیر

حافظ ابن قیم

تألیف  
عبدالرشید عراقی



طبع و کاپی

نعمانی کتب خانہ

حق سٹیٹ اردو بازار لاہور



۲۲  
۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ  
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

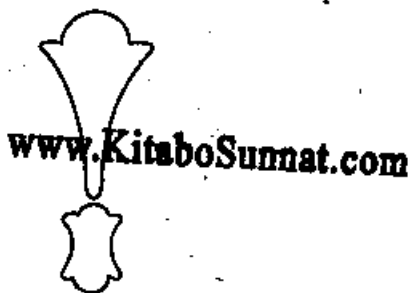
ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



امام ابن تیمیہ  
اور ان کے  
تلامذہ

# COPY RIGHT

ALL RIGHTS RESERVED

Exclusive rights by Nomani

KutabKhana, Lahore, Pakistan

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

No part of this publication

may be translated, reproduced,

distributed, in any Form or by

any means, or stored in a data

base retrieval system, with out

the prior written permission of

the publisher.



**NOMANI KUTAB KHANA**

HAQ STREET URDU BAZAR

LAHORE-2 PAKISTAN

TEL: 042- 7321868

E MAIL [nomania2000@hotmail.com](mailto:nomania2000@hotmail.com)

امام ابن تیمیہ

اور ان کے

تلامذہ

عبدالرشید عراقی

حافظ محمد انور زابد

ستمبر ۲۰۰۳ء

مولدوں پر نثر لاہور

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهَا

# امام ابن تیمیہ

اور ان کے

www.KitaboSunnat.com

## مکالمہ

حافظ ابن کثیر

حافظ عبدالہادی

حافظ ابن قیم

حافظ ذہبی

تالیف

عبدالرشید عراقی

مکالمہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

Ph: 042 7321865

E-MAIL [nomania2000@hotmail.com](mailto:nomania2000@hotmail.com)

220,82

1-1,4



## فہرست

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
12	انتساب	
14	پیش لفظ	
16	تعارف (پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی)	
19	تقریظ (پروفیسر حافظ عبدالستار حامد)	
23	مقدمہ	
28	عقیدہ توحید کی تجدید اور شرکانہ عقائد کا ابطال	
29	فلسفہ و منطق اور علم کلام کی تردید	
30	علوم شریعت کی تجدید	
32	www.KitaboSunnat.com تلافی	
33	حافظ ابن قیم	
33	حافظ ابن عبدالبہادی	
33	حافظ ابن کثیر	
34	حافظ ذہبی	
34	امام ابن تیمیہ پر کتابیں	
37	پروفیسر ایوز ہرہ مصری	
37	مولانا محمد عطاء اللہ حنیف	
	برصغیر میں امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کی	
38	اشاعت	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
40	امام ابن تیمیہؒ	
45	نام و نسب و ولادت	
45	نقل سکونت	
47	تعلیم و تربیت	
48	غیر معمولی حافظہ	
49	تحقیق تعلیم	
49	اساتذہ	
50	دوسرے علوم عصری میں کمال	
51	امام ابن تیمیہؒ کا پہلا درس	
52	قاضی بننے کی پیشکش	
52	آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور ہنگامہ	
53	امام صاحب کے خلاف پہلی محاذ آرائی	
54	تاتاریوں کے خلاف جہاد	
55	امام ابن تیمیہؒ کی شاہ قازان سے ملاقات	
55	تاتاریوں کی دوبارہ آمد اور اعلان جہاد اور امام ابن تیمیہؒ کا	
58	سلطان مصر کے سامنے اعلیٰ کلمہ حق	
61	تاتاریوں سے فیصلہ کن جنگ اور ابن تیمیہؒ کا کارنامہ	
61	شرک و بدعات کے ازالہ کے لئے امام ابن تیمیہؒ کی مساعی	
62	قتل و عقائد	
65	امام ابن تیمیہؒ کا دور اہتمام	
66	سلطان مصر سے شکایت	
66	مصر طلبی	



66	دوبارہ شکایت
67	مشرد ظربانی کی پیشکش
68	دوبارہ اسیری
68	اسکندریہ میں طلی
70	قاہرہ واپسی
70	دمشق واپسی
70	آخری اسیری
71	جیل میں ابن تیمیہ کے مشاغل
72	زندگی کے آخری دن اور وفات
72	انتقال کا اعلان اور لوگوں کا ہجوم
	جنازہ کی کیفیت اور تدفین
73	غائبانہ نماز جنازہ
73	ذاتی اوصاف و اخلاق و عادات:
73	www.KitaboSunnat.com معمولات
73	ذوق مطالعہ
74	تبحر علمی
74	خطابیت
74	حق گوئی و بیباکی
74	شجاعت اور بہادری
74	حدت اور شدت
75	عاجزی اور انکساری
75	زہد و اتقاء
75	ایثار و سخاوت

75	عبادت
75	غلو و درگزر
75	کشف و کرامات اور فراست
76	اتباع سنت
76	استغناء
76	سرعت تصنیف
76	عبادت اور مشائخیت جتازہ
76	علم و فضل
76	امام ابن تیمیہ اپنے معاصرین کی نظر میں
76	ابن دقیق العید
77	ابن سید الناس
77	علامہ کمال الدین الزمکانی
77	حافظ ابوالجراح حمزی
77	تصانیف:
78	امام صاحب کی تصانیف کی خصوصیات
78	تصانیف کی تعداد
79	مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
79	ڈاکٹر غلام جیلانی برقی
79	مشہور تصانیف
80	امام ابن تیمیہ کی تین جلیل القدر کتابیں
80	کتاب الروح علی السطقتین
81	الجواب الصحیح عن بدل دین المسیح
82	مشہاج السنۃ النبویہ فی القرض کلام الشیخہ و القدریہ

84	امام ابن تیمیہ کے شاگردان رشید:
85	تلامذہ
86	حافظ ابن قیم:
88	نام و نسب اور ولادت
88	ابتدائی تعلیم
88	درس و تدریس
89	علمی مرتبہ
90	خصائص
90	زہد و عبادت
91	اہلاد و آرائش
92	امام ابن تیمیہ کی جانشینی
92	حافظ ابن قیم کا مسلک
93	تدریس و تصنیف
93	وفات
93	حافظ ابن قیم کی علمی خدمات
94	حافظ ابن قیم کی تصانیف کے بارے میں علمائے کرام کے تاثرات
95	تصانیف
95	تصانیف کی فہرست
97	حافظ ابن قیم کی چار مشہور کتابوں کا مختصر تعارف
97	اعلام الموقعین عن رب العالمین
100	زاد العادنی بدی خیر العباد
102	شفاء العلیل فی مسائل القضاء القدرہ الحکمة التعلیل
103	مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین

106

حافظ ابن عبد البہادی:

107

ولادت

107

اساتذہ و تلامذہ

107

فضل اکمال

108

حافظ ابن عبد البہادیؒ معاصرین کی نظر میں

108

وفات

109

تصانیف

110

چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

110

تنقیح و تحقیق فی احادیث و تعلق

110

الحکر رالاختصار الامام

111

الصارم السنکی فی الروعی السنکی

112

العقود الدرر فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

114

حافظ ابن کثیرؒ:

114

نام و ولادت

115

تحصیل علم

115

حافظ ابن تیمیہؒ کی شاگردی

116

فصل و کمال

117

وفات

117

تصانیف

118

فہرست تصانیف

118

مشہور تصانیف کا تعارف

118

البدایہ والنہایہ

اختصار علوم الحدیث

119	الہدی و السنن فی احادیث المسانید و السنن
119	السیرۃ النبویہ
119	تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)
123	حافظ ذہبی:
124	تام و ولادت
124	تعلیم
124	اساتذہ
124	اساتذہ خاص
124	فراغت تعلیم کے بعد
126	جلانہ
126	علم و فضل
127	اخلاق و عادات
127	حافظ ذہبی اور امام ابن تیمیہ
127	وفات
128	تصانیف
129	فہرست تصانیف
130	مشہور تصانیف کا مختصر تعارف
130	تاریخ الاسلام الکبیر
130	میزان الاعتدال
130	تجرید الاسماء الصحابہ
130	کتاب العلول علی الفقار
130	مدۃ راتیمیہ فی سیرۃ التیمیہ
131	تذکرہ الحفاظ
131	





www.KitaboSunnat.com

انتساب

## مولانا علم الدین سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۲ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۷ فروری ۱۹۸۳ء

علمائے اہلحدیث میں علمائے غزنویہ (امرترس) اور خاندان سعادت (قصور) کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف سے والہانہ محبت تھی۔ ان ہر دو خاندانوں کے علمائے کرام نے تصانیف ابن تیمیہ و حافظ ابن قیم پر صغیر میں طبع کرائیں۔ خاندان غزنویہ (امرترس) میں حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) اور حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (۱۳۳۱ھ) اپنے علاوہ کو تصانیف ابن تیمیہ و ابن قیم کے مطالعہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ مولانا سید عبدالغفور غزنوی (۱۹۳۵ء) نے اپنے مدرسہ غزنویہ سلفیہ میں امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی بعض کتابیں داخل نصاب کی تھیں۔

مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء) اور مولانا محمد اسلمیل سلفی (م ۱۹۶۸ء) بھی تصانیف ابن تیمیہ و ابن قیم کے شیدائی تھے۔

مولانا حافظ محمد گوندلوی کے علاوہ میں مولانا عطاء اللہ حنیف (م ۱۴۰۸ھ) اور مولانا علم الدین سوہدروی (م ۱۴۰۳ھ) بھی امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کے بہت شیدائی اور دلدادہ تھے۔ اور یہ دونوں علمائے کرام حضرت محدث گوندلوی کے مدرسہ میں ہم درس تھے۔

مولانا علم الدین کا تعلق قصبہ غازی پور ضلع قصور سے تھا۔ ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد اہلحدیث کے ذیلیاں سوہدرہ کے خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۸۲ء تک خطیب رہے۔ راقم آتم نے ان سے کچھ دینی رسائل پڑھے تھے۔

مولانا ناظم الدین مرحوم مطالعہ کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے ان کے شب و روز درس و تدریس اور مطالعہ میں گزرتے تھے۔ ۳۲ سال کے قیام میں انہوں نے بے شمار کتابیں مختلفہ تمیز حدیث فقہ اور تاریخ کی مطالعہ کیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر کشاف، تفسیر خازن اور تفسیر فتح البیان ان کے مطالعہ میں

آئیں۔

شروع حدیث میں عون المعبود، تہذیب الاحزاب، تلخیص الخیر، فتح الباری اور کئی دوسری کتب احادیث لن کے مطالعہ میں آئیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے حجۃ اللہ الباقیہ کا بھی آپ نے مطالعہ کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی جو تصانیف مولانا مرحوم کے مطالعہ میں

آئیں۔ ان میں سے درج ذیل کتابیں شامل ہیں:

الجواب الصحیح عن بدل دین اسح

منہاج النبویہ فی نقض کلام الشیوخ والقدریہ

الصارم السلول، اقتضاء الصراط المستقیم

کتاب النبوات، الا اختیارات، العظیمیہ، کتاب الرد علی المنطق

الفرقان بین الاولیاء الشیطان الاولیاء الرحمن

مجموعہ رسائل الکبریٰ، کتاب الرد علی الکفریٰ اور کتاب الرد علی الاثنی عشری

حافظ ابن قیم: اعلام الموقعین، زاد المعاد، الوائل، المصیب، اعانۃ المظلومان، شفاء العلیل،

الصواعق المرسلہ، کتاب الروح، الطرق الخمیسہ، تصدیق نومیہ اور مدارج السالکین وغیرہم۔

مولانا عظیم الدین سوہدروی مرحوم یہ کتابیں شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق سلقی مرحوم

مولانا عطا اللہ مرحوم اور مولانا عبد المجید سوہدروی مرحوم کے کتب خانوں سے حاصل کرتے تھے۔

مولانا عظیم الدین مرحوم کے اس حسن ذوق اور امام ابن تیمیہ و حافظ ابن قیم کی تصانیف

سے محبت اور عقیدت کی بنا پر میں اپنی اس کتاب کو انہی کے نام منسوب کرتا ہوں۔

عبدالرشید عراقی

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

۱۹۷۹ء میں راقم نے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور میں ائمہ کرام کے حالات واقعات اور ان کے علمی کارناموں پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۷۹ء میں میرزا پہلا مضمون امام ابوحنیفہؒ پر شائع ہوا۔ اس کے بعد امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور محدثین صحابہؓ میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہ اور دوسرے محدثین کرام میں امام دارمی اور امام ابو عبد اللہ حاکم صاحب المستدرک پر شائع ہوئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر میرا مقالہ ترجمان القرآن میں پانچ قسطوں میں جولائی ۱۹۸۱ء تا دسمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔

امام ابن تیمیہؒ پر میرا دوسرا مقالہ ماہنامہ تعلیم الاسلام ماسوں کا نمبر میں اگست ۱۹۸۸ء تا مارچ ۱۹۸۹ء سات قسطوں میں شائع ہوا۔

حافظ ابن قیمؒ پر میرا مقالہ پندرہ روزہ صحیفہ الہمدیہ کراچی کی تین اشاعتوں (یکم جولائی ۱۹۸۳ء تا یکم اگست ۱۹۸۳ء شائع ہوا) بعد میں مزید اضافہ کے ساتھ ہفت روزہ تنظیم الہمدیہ لاہور میں ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء تا ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء سات قسطوں میں شائع ہوا۔

حافظ ابن عبد البہادیؒ پر میرا مقابلہ صحیفہ الہمدیہ کراچی مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۵ء شائع ہوا۔ بعد میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور ماہنامہ محدث لاہور میں بھی شائع ہوا۔

حافظ ابن کثیرؒ پر میرا مقالہ ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۸۸ء میں راقم نے اپنے مقالہ امام ابن تیمیہ (ترجمان القرآن) میں مزید اضافہ کیا اور اس کو کتابی صورت میں ۳۸ صفحات پر مولانا محمد علی جانابا ز صدوز درس جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ نے شائع کیا۔ اس رسالہ میں امام صاحب کے چار مقالہ دار حنفیہ، حافظ ابن قیم، حافظ ابن عبد البہادی، حافظ ابن کثیر اور حافظ ذہبی کے مختصر حالات جواز سرفروگھے کے شامل کیے گئے۔ ۸۰ صفحات پر محیط ہیں۔

اب راقم نے اپنی اس کتاب میں اضافہ کیا ہے تمام عنوانات جو مختصر رسالہ میں لکھے گئے محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھے۔ ان پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اس طرح امام صاحب کے تلامذہ کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔

مقدمہ میں امام ابن تیمیہ کی اصلاحی اور تجدیدی مساعی پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے ساتھ امام ابن تیمیہ پر عربی فارسی اور اردو میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کی مختصر تفصیل بھی درج کی ہے۔

میں محترم پروفیسر عبدالستار حامد مہتمم جامعہ توحید یہ االجہدیت وزیر آباد اور پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی کا شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے اس کتاب پر تقریظ اور تعارف لکھا ہے۔  
میں محترم ضیاء الحق نعمانی صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب نعمانی کتب خانہ کے ذریعہ اہتمام شائع کی ہے۔

عبدالرشید عراقی

سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ

۱۶ جولائی ۲۰۰۱ء

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تعارف

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

مولانا حسرت موہانی کا مشہور شعر ہے۔

ہے مشقِ سخن جاری ہلکی۔ کی مشقت بھی

اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

طبیعت کی رنگارنگی اور مشاغل کا یہی تنوع محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ عراقی صاحب جماعت اہلحدیث کے مشہور قلم کار ہیں۔ تقریباً ۴۰ سال سے ان کے مضامین و مقالات مختلف دینی رسائل اور اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ پاکستان کا کوئی دینی ادبی اور سیاسی رسالہ ایسا نہیں ہے جس میں ان کا مضمون شائع نہ ہوتا ہو۔ راقم کو ایک بار عراقی صاحب نے بتایا کہ میرے مضامین جن رسائل میں شائع ہوئے ہیں ان کی تعداد (۷۰) کے قریب ہے اور روزناموں کی تعداد (۲۰) ہے۔

عراقی صاحب کا موضوع ”شخصیات“ ہے۔ اور شخصیات پر ان کی درج ذیل کتابیں

شائع ہو چکی ہیں:

تذکرہ ابوالوفا مولانا شاہ اللہ امرتسری

(۱) تذکرہ بزرگانِ علوی سوہدروہ

(۲) سیرت ائمہ اربعہ

(۳) مؤلفین صحاح ستہ اور ان کے علمی کارنامے

(۴) تذکرہ حافظ عبداللہ محدث روپڑی

(۵) تذکرہ حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی

(۶) امام ابن تیمیہؒ (۲۸ صفحات)



(۷) شاہ ولی اللہ دہلوی

(۸) دوروش ستارے (مہد والف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

(۹) کاروانِ حدیث (۳۲ محدثین کے حالات اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ)

عراقی صاحب کی درج ذیل کتابیں زیرِ طبع ہیں:

(۱) مولانا ابوالکلام آزادؒ

(۲) مولانا سید سلیمان ندویؒ

(۳) غزنوی خاندان

(۴) تذکرہ علمائے اہلحدیث (۲۲ جلیل القدر علمائے حدیث کے حالات)

(۵) حیاتِ نذیر (شیخ النکل مولانا سید محمد زبیر حسین دہلوی)

(۶) تذکرہ انکرامِ نبی ذکر علمائے اسلام (محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خان مرحوم

مولانا سید نور الرحمن خاں اور مولانا سید علی حسن خاں کے حالات)

(۷) تذکرہ العلماء فی تراجم العلماء (خاندان ولی اللہ دہلوی، خاندان عمر پور، غزنوی

خاندان، روپڑی خاندان، علوی خاندان، سوہدرہ، کیلانی خاندان، قصوری خاندان اور

بھاری خاندان کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ)

امام ابن تیمیہؒ پر عراقی صاحب کا ایک مختصر رسالہ ۲۸ صفحات میں ۱۹۹۸ء میں جامعہ

ابراہیمہ سیالکوٹ سے شائع ہوا تھا۔ اب عراقی صاحب نے اس کتاب کو دوبارہ تحریر کیا ہے۔ جس

میں امام ابن تیمیہؒ اور ان کے چار تلامذہ حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن عبدالبہاویؒ، حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ

ذہبیؒ رحمہم اللہ جمعین کے حالات اور ان کی علمی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے دور کے تبحر عالم تھے۔ انہوں نے اپنی خدا داد علمی بصیرت سے ایک

جہتدانہ مقام حاصل کیا۔ ان کے علمی تبحر اور جامع کمالات ہونے کا اعتراف ان کے معاصرین اور

اساتذہ نے کیا ہے۔ آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ علوم شریعت کی تجدید ہے اس کے علاوہ

عقائد باطلہ کی قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تردید کی۔

عراقی صاحب نے اپنے مقدمہ میں امام صاحب کی علمی خدمات کا بڑے اچھے انداز

میں تذکرہ کیا ہے۔ اور امام صاحب کی اصلاحی و تجدیدی خدمات پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ پروفیسر

عبدالستار حامد صاحب نے اپنی تقریظ میں امام ابن تیمیہؒ اور ان کی خدمات اور اس وقت کے سیاسی حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ صاحب کی تقریظ بڑی جامع اور مطبوعات سے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں زمرہ صالحین میں شامل فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حکیم راحت نسیم سوہدروی

ہمدرد و خانہ

سکیم موڑ۔ اقبال ٹاؤن۔ لاہور

۹ جولائی ۲۰۰۷ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقریظ

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

ساتویں صدی ہجری کا زمانہ وسطی ایشیا کی اسلامی سلطنتوں کے لئے بہت ہی ہولناک زمانہ تھا جب تاتاریوں نے اسلامی سلطنتوں پر دھاوا بول دیا جس سے اسلامی سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں اور بے شمار مسلمان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

۶۹۹ھ میں تاتاریوں نے دمشق کی طرف رخ کیا۔ مسلمان ان کے مقابلہ پر آئے۔ لیکن شکست کھائی اور بے شمار مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ۷۰۰ھ میں تاتاریوں کی دوبارہ آمد کی اطلاع ملی۔ جس سے شام کے مسلمان سراپمہ ہو گئے لیکن تاتاری نہ آئے۔ ۷۰۰ھ میں تیسری بار تاتاریوں نے شام پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس جنگ میں شریک تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو وعظ و تبلیغ کے ذریعہ فلسفہ جہاد سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ نے اپنے دور میں جو دینی علمی اصلاحی اور تجدیدی کارنامے انجام دیئے۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ نے دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیح میں اپنی ساری زندگی بسر کر دی۔

امام ابن تیمیہ علوم اسلامیہ کا بحر ذخار تھے۔ اور تمام علوم پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ نے ہر علم کا مطالعہ کیا اور اس کے بعد آپ نے ہر علم کو کتاب و سنت کے معیار پر جانچا اور اس میں حق و باطل کی آمیزش کو پورے طور پر واضح کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی و اصلاحی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ آپ نے سب

سے پہلے عقیدہ توحید کی تجدید اور مشرکانہ عقائد و رسوم کا ابطال کیا۔ اس کے بعد فلسفہ و منطق اور علم کلام پر تنقید کی۔ اور اس سلسلہ میں جاہل صوفیوں نے جن بدعات اور محدثات کا اضافہ کر دیا تھا۔ اس کی نشاندہی کی اور کتاب و سنت کی روشنی میں صحیح عقائد سے آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ان عقائد و رسوم کا ابطال بھی کیا۔ جو غیر مسلم اقوام کے مسلمانوں نے اختیار کر رکھے تھے۔ اور سب سے بڑا اور اہم کارنامہ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سرانجام دیا۔ وہ علوم شریعت کی تجدید اور فکر اسلامی کا احیاء ہے۔

امام ابن تیمیہ نے اپنے دور میں علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا اور تفسیر حدیث اور فقہ میں اپنی امامت اور علمی تبحر کا نقش اپنے زمانہ پر قائم کیا۔ اس میں بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے نوازا تھا۔

امام ابن تیمیہ جہاں ایک بلند پایہ عالم، مفسر، محدث، محقق اور نقاد تھے۔ وہاں آپ ایک اعلیٰ درجہ کے معنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر پانچ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔

ان کے دور میں صوفیاء اور متکلمین نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ آپ نے فلسفہ و منطق اور علم کلام پر تنقید کا فرض انجام دیا۔ اور ان کے مقابلہ میں مدلل طریقہ پر کتاب و سنت سے طرز و اسلوب کی برتری ثابت کی۔ اور صوفیاء و متکلمین کے رد میں "دفع المنطق" اور "کتاب الرد علی المنطق" لکھیں۔

امام ابن تیمیہ نے یوں تو تقریباً تمام غیر اسلامی مذاہب و عقائد کی تنقید و تردید کی خدمت انجام دی۔ اور ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ اس علمی جہاد کی نذر ہوا۔ ان کے دور میں جیسائیوں نے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں جیسائی معنف نے عقلی اور نقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور سبھی عقائد کو بھی عقلاً اور نقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور کتاب میں یہ بات ثابت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ ﷺ صرف عربوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور سبھی آپ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کتاب کا جواب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کے نام سے چار جلدوں میں دیا۔ اور اس کتاب میں انہوں نے صرف مدافعت اور صفائی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا۔ امام صاحب نے اس کتاب میں

آنحضرت ﷺ کی بشارتوں اور آپ ﷺ کے دلائل نبوت کی پیشین گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ پیش کر دیا ہے۔ جو کسی اور کتاب میں دستیاب نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ امام صاحب نے اس کتاب میں مسیحیت کی تاریخ مسیحی علم کلام اور مسیحی علماء کی موذی گفتگوؤں پر تفصیل سے تبصرہ فرمایا ہے۔

الجواب الساج اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی لاجواب کتاب ہے۔ پروفیسر ابو زہرہ مصری مرحوم نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ: ”الجواب الساج لمن بدل دین اسح امام ابن تیمیہ کی تصانیف میں سب سے زیادہ ٹھنڈی اور پرسکون کتاب ہے۔ یہ کتاب ابن کو ہائل علماء مجاہد ائمہ اور غیر قافی مفکرین کا مرجعہ دلانے کے لئے کافی ہے۔“

روحانیات میں امام صاحب کی مایہ ناز تصنیف منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والتقدیر یہ ہے۔

یہ کتاب ایک شیعہ عالم ابن مطہر لکھلی کی کتاب منہاج الکرامہ کی فی معرفۃ الامامہ کے رد میں ہے۔ شیعہ مصنف نے اپنی کتاب میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور اہل بیت کی امامت و عصمت کے ثبوت اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید اور دوسرے صحابہ کرام کے مطاعن پر بحث کی ہے شیعہ مصنف نے آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہما اور ائمہ اثنا عشریہ کے فضائل ان کی امامت و عصمت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی طرح خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کرام کے مطاعن کو آیات قرآنی اور احادیث نبویہ اور تاریخ سیر سے ثابت کرنے کی جسارت کی ہے۔

امام ابن تیمیہ نے اس کتاب کا جواب چار جلدوں میں دیا اور کتاب کا نام ”منہاج السنۃ النبویہ فی نقض الکلام الشیعہ والتقدیر یہ“ ہے۔ امام صاحب جو اپنے زمانہ کے امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ اس کا جواب قرآن و حدیث اقوال صحابہ و آثار سلف صالحین کے دلائل سے دیا۔ علماء اسلام نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی یہ کتاب ان کی تصانیف میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے امام ابن تیمیہ کے تجرطنی وسعت معلومات حاضر دماغی حفظ واستحضار ذوق مطالعہ اور ذہانت و طباطبائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام صاحب نے شیعہ مصنف کی طرف سے بٹھائے گئے تمام اعتراضات کو دلائل سے رد کیا ہے۔



ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں امام ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی اور ان کے دینی، علمی، اصلاحی اور تہجدی کارناموں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے۔

علاوہ ازیں امام صاحب کے چار تلامذہ حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن عبدالمہادیؒ، حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ذہبیؒ کے حالات اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے تلامذہ کا جس موثر انداز میں ان کے حالات زندگی اور ان کی دینی خدمات کو بیان کیا ہے۔ اس پر وہ مہار کباد کے مستحق ہیں۔

میں نے مختصر تقریظ عراقی صاحب کی فرمائش پر لکھی ہے اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

حافظ عبدالستار

جامعہ توحید یہ الحدیث (وزیر آباد)

۲ جولائی ۲۰۰۱ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اپنے دور کے ایک بھر عالم محدث، مورخ، فقیہ اور نقاد تھے۔ علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم کلام میں بیک وقت اپنی امامت، تبحر علمی اور غیر معمولی عدالت و ثقاہت کا جو نقش اپنے زمانہ میں قائم کیا۔ اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کو تھا۔ امام ابن تیمیہؒ کے زمانہ میں اسلامی علوم اتنی وسعت اختیار کر چکے تھے اور معقولات کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ کہ ایک ایسا عالم جو علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتا ہو وہ مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ اور اتھنصار کی قوت عطا فرمائی تھی اور اس کی مدد سے آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، فقہ، علم اخلاف (اختلافات ائمہ)، علم کلام، تاریخ و سیر و آثار، علم الرجال، لغت و نحو کے اس وقت کے ذخیرہ پر عبور حاصل کیا اور اس کے بعد دین اسلام کے خلاف جس قسم کی بھی شورش برپا ہوئی۔ اس کا دندان شکن جواب دیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنے تبحر علمی شوق مطالعہ اور ذوق علم سے اسلامی علوم اور رائج الوقت علوم و فنون میں ایسی جامعیت پیدا کی کہ ان کے معاصرین جو اپنے فن میں مسلم الثبوت استاد اور امام فن تھے۔ اس کا اعتراف کیا، شیخ تقی الدین دتقی العید (م ۷۰۲ھ) جو آپ کے معاصر تھے۔ انہوں نے امام ابن تیمیہؒ سے ایک ملاقات کے بعد فرمایا کہ:

”جب ابن تیمیہؒ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔“

تفسیر اور حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا۔ حدیث کے روایات اور استاد پر ان کی گہری نظر تھی۔ اور حدیث میں آپ کی داقتیت پر معاصرین نے یہ شہادت دی کہ:

”جس حدیث کو ابن تیمیہؒ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔“

تاریخ ان کا خصوصی فن نہیں تھا اور نہ انہوں نے اس کو اپنا موضوع بنایا۔ اس کے باوجود  
ارباب میر نے آپ کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان کی تاریخی واقفیت حیرت انگیز اور تعجب نیز  
ہے۔

امام ابن تیمیہؒ ایک بلند پایہ مصنف اور بہت بڑے نقاد تھے۔ دوسرے لفظوں میں آپ  
صاحب قلم تھے اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ ان کی شجاعت دلیری اور موت  
سے بے خوفی ان کے تمام معاصرین کے لئے حیرت انگیز تھی۔ علامہ شیخ مرعی بن یوسف  
(م ۱۰۳۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

”امام ابن تیمیہؒ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو دشمن کی صفوں میں اس  
طرح گھومتے پھرتے تھے جیسے بڑے سے بڑا بہادر اسطرح کھڑے  
ہوتے تھے جیسے بڑے سے بڑا ثابت قدم شہسوار دشمن کو اپنے حملوں سے  
چور کر دیتے تھے اور اس بے تکلفی سے فوج میں گھس جاتے تھے جیسے ان کو  
موت کا کوئی خوف نہیں ہے۔“

امام ابن تیمیہؒ اپنے معاصرین میں اپنے بحر علمی کی وجہ سے ممتاز تھے اور معاصرین نے  
اس کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن ان کا اصلی امتیاز جس نے ان کو تاریخ میں زندہ جاوید یادگار بنا دیا۔ ان  
کا تبحر نہ تھا۔ بلکہ ان کا فکری استقلال ذوق تحقیق اور مجتہدانہ انداز تھا۔ انہوں نے انہی کتابوں کا  
مطالعہ کیا جن کا ان کے معاصرین نے مطالعہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے انہی علوم اور کتابوں کے اندر  
اپنی راہ پیدا کر لی اور جدید خصوصی مقام حاصل کر لیا۔ نحو سب نے پڑھی تھی۔ اور سیبویہ کو امام تسلیم  
کرتے تھے۔ اور اس کے قول کو حرف آخر تسلیم کرتے تھے لیکن امام ابن تیمیہؒ نے ناقدانہ مطالعہ کیا  
اور فرمایا:

”سیبویہ کوئی نبی نہیں تھا جس پر نحو اتاری ہے اس نے اپنی کتاب میں ۸۰

مقامات پر غلطی کی ہے۔“

یونانی فلسفہ و منطق کے مطالعہ سے ان کے زمانہ کے اکثر علماء فقہا محتاط تھے۔ اور  
جنہوں نے مطالعہ کیا تھا وہ کم و بیش اس کے ناشر تھے۔ یہاں تک کہ امام غزالی (م ۵۱۱ھ) اپنی

تصنیف ”احیاء العلوم“ میں یونانی فلسفہ و انہیات کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ امام ابن تیمیہ نے یونانی فلسفہ و منطق کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس سے کہیں کجھوتہ کرتے نظر نہیں آتے۔ آپ نے اپنی تصنیف ”کتاب الروعی المصلحتین“ میں یونانی فلسفہ و منطق پر ناقہ اندہ بحث کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے تقریباً تمام غیر اسلامی مذاہب و عقائد کی تنقید و تردید کی اور ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس علمی جہاد کی نذر ہوا۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال و انحطاط کے ساتھ ساتھ اسلامی ملکوں میں دوسرے مذاہب والوں نے نئی کرہٹ لی۔ اور ان مذاہب و ادیان میں سب سے زیادہ مستعدی مسیحیت نے دکھائی۔ جس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد اس وقت اسلامی ممالک بالخصوص مصر و شام میں تھی۔ خصوصاً شام کی سرحدیں عیسائی ممالک سے ملتی تھی۔ اور عیسائی مبلغین اس کوشش میں مصروف تھے کہ کسی طرح شام دوبارہ مسیحیت کے جھنڈے کے نیچے آ جائے۔

۱۶۵۸ء میں جب دمشق پر تاتاریوں کا قبضہ ہوا۔ اور تاتاری فاتحانہ دمشق میں داخل ہوئے۔ تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کو تحائف پیش کئے۔ اسی زمانہ میں قبرص سے عیسائیوں کی ایک کتاب دمشق پہنچی۔ جس میں نقلی اور حقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات کیا گیا تھا اور مسیحی عقائد کو عقلاً و نقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ ﷺ صرف عربوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ اور مسیحی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں۔ عیسائیوں کی اس کتاب نے شام کے دینی اور علمی حلقوں میں کافی اہمیت اختیار کر لی۔

امام ابن تیمیہ کے مطالعہ میں جب یہ کتاب آئی۔ تو آپ نے اس کا جواب ”الجواب الصحیح لمن بدل دین الحیح“ کے نام سے چار جلدوں میں دیا۔ اس میں آپ نے صرف مداخلت اور صفائی ہی کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا ہے اور نبوت محمدی کو ثابت کرنے کے لئے قدیم و جدید دلائل دیے اور مسیحیت کی تاریخ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت پر چشمن گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ جو تھا کسی ایک کتاب میں جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ امام ابن تیمیہ ہی تھے۔ جنہوں نے عیسائیت کی تردید میں اتنی بڑی کتاب لکھی۔ کیونکہ ابن تیمیہ ایک طرف فلسفہ، علم کلام اور عقائد و فرقہ پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ اور دوسری طرف عہد حقیق اور عہد

جدید کے صحیفوں پر پورا عبور تھا۔ پروفیسر ابو زہرہ معمری (م ۱۹۶۰ء) نے ”الجواب الصحیح“ کے بارے میں جو رائے دی ہے وہ بہت مناسب اور موزوں ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”امام ابن تیمیہ کی مناظرانہ تصانیف میں یہ کتاب سب سے زیادہ شغنیٰ اور بے سکون ہے یہ کتاب تمہان کو باعمل علماء مجاہدانہ اور غیر فانی مفکرین کا رجحان دلانے کے لئے کافی ہے۔“

امام ابن تیمیہ نے عیسائیت کی تردید کے ساتھ شیعیت کی تردید میں بھی ایک لاجواب کتاب ”منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام العیوہ والقدریہ“ لکھی۔ اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شیعہ عالم ”ابن مطہر الجلی“ نے تاتاری بادشاہ ”اولیجا خدا بندہ خان“ جس نے ابن مطہر کی تحریک و تبلیغ سے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس کی رضا جوئی کے لئے اثبات شیعیت ورد سنت و خلافت ”منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامہ“ نام سے کتاب لکھی۔ یہ کتاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور اہل بیت کی امامت و عصمت کے ثبوت اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطاعن پر مشتمل تھی اور مصنف نے آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہما اور اہل بیت کی امامت و عصمت ثابت کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اور اس کے ساتھ مصنف نے اس کتاب میں ذات و صفات اور اہل سنت کے اصول و عقائد پر بھی مشکمانہ بحث کی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ کو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اس کتاب کا جواب لکھنے کی تحریک کی۔ اس لیے اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا تھا۔ جس کی تفسیر حدیث تاریخ و آثار علم کلام عقائد اور فلسفہ پر گہری نظر ہو۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے ”منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام العیوہ والقدریہ“ کے نام سے اس کا جواب دیا۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے اور ابن تیمیہ کی تصانیف میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ امام ابن تیمیہ کے علمی تجر و وسعت نظر حاضر و ماضی حفظ و استحفاظ پر چنگلی اور اتقان اور ذہانت طبعی کا اگر صحیح نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو دیکھنا چاہیے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم:

”مصنف منہاج الکرامہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد جب ان کے علم و حیرت دینی کو جوش آتا ہے اور ان کے علم کے سمندر میں طوفان اٹھتا ہے

اور تفسیر و حدیث تاریخ و سیر کی معلومات کا فکرمندا ہے تو بے اختیار ان

کے فریقِ مقابل سے کہنے کو بھی چاہتا ہے کہ:

﴿يُنَادِيهِمُ النَّمْلُ اذْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطَمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ

وَ جُنُودُهُ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

امام ابن تیمیہ کی دینی حیثیت اور ایمانی جذبہ مثالی تھا۔ ۶۹۳ھ میں ایک عیسائی نے

آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی جس سے دمشق میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ امام

صاحب نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور اپنی مشہور کتاب ”الصارم المسلول الی شاتم الرسول“ لکھی۔

جس میں تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ شاتمِ رسول کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔

فقد و حدیث میں بحث و نظر کے عرصہ سے کچھ دائرے محدود ہو گئے تھے۔ جن سے باہر

نکلنے کی کوشش نہیں ہو رہی تھی۔ اور عرصہ دراز سے اس میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہو رہا تھا۔

امام ابن تیمیہ نے اس میں کوشش کی اور اپنی تحقیقات کو پوری شجاعت اور شجیدگی سے پیش کیا۔

چنانچہ ساکنِ محلی حلقوں میں جنبش پیدا ہوئی غور و فکر کا دروازہ کھلا اور امام ابن تیمیہ نے کتاب و سنت

اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں فتویٰ دینا شروع کیا۔

حافظ شمس الدین ڈاہمی (م ۴۸۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

”انہوں نے سنتِ خالصہ اور طریقہ سلف کی نصرت میں ایسے دلائل

مقدمات اور وجوہ قائم کئے جن میں وہ مغرور ہیں۔ کبھی نے ان سے پہلے

ایسے دلائل و مقدمات قائم نہیں کئے۔“

امام ابن تیمیہ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ ساری زندگی علمِ دین کی خدمت

میں مصروف رہے۔ انہوں نے کوئی دینی منصب یا انتظامی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ بلکہ اپنی ساری

زندگی علمِ دین کے اہتمام، افتاء، درس و تدریس و حفظ و ارشاد تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کے

سوا کسی مشغلہ سے تعلق نہیں رکھا۔ امام صاحب کے اخلاقِ عالیہ و للہیبیت کی ایک بڑی دلیل یہ تھی کہ

انہوں نے ساری زندگی کسی سے ذاتی بدلہ نہیں لیا۔ اور اپنے حریفوں اور مخالفوں کو ہر موقع پر محاف

کیا۔ جس کسی سے اختلاف تھا دینی تھا ذاتی نہیں تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”اس اخلاص و انہماک کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے ۶۷ سال کی مصروف اور پراز حوادث و واقعات اور عظام خیز زندگی میں تصنیفات و تحقیقات اور علمی آثار کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا جو اہل علم کی ایک پوری جماعت کے لئے سرمایہ فخر بن سکتا ہے۔ اسی اخلاص و انہماک کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے زمانہ پر ایسے دیر پا اثرات چھوڑے کہ وہ بجا طور پر ایک نئے دور کے بانی اور ایک عہد آفرین شخصیت کے مالک کہے جاسکتے ہیں۔“

امام ابن تیمیہ کے علمی بحر اور ان کے جامع کمالات ہونے کی وجہ سے کچھ علمائے کرام ان کے مخالف تھے۔ امام صاحب اپنے علم و فضل کی وجہ سے عوام و خواص اور حکومت میں مقبول تھے۔ ان کے علم و فضل اور تقریر و تحریر کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا تھا۔ وہ جہاں رہتے سب پر چھا جاتے۔ درس و سنیے تو درس کی دوسری مھنٹیں بے رونق ہو جاتیں۔ تقریر کرتے تو علم کا دریا اُلتا ہوا نظر آتا۔ اس لئے ایک گروہ ان کا مخالف ہو گیا۔ مگر آپ نے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور ساری زندگی کتاب و سنت کی نشر و اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں بسر کر دی۔ امام ابن تیمیہ کی ساری زندگی اتباع سنت میں بسر ہوئی۔ اور حدیث و سنت کے ساتھ ابن تیمیہ کے شنف و انہماک کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ صاحب الکوکب الدرر یہ شیخ مرعی بن یوسف (م ۱۰۳۴ھ) نے حافظ سراج الدین ابن ابراہیم کا یہ قول نقل کیا ہے:

”خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کا اتباع و احترام کرنے والا اور آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا ابن تیمیہ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔“

امام ابن تیمیہ کے تجزیہ و اصلاحی کارناموں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اور ان ہر دو امور پر آپ کی خدمات جلیلہ قابل قدر ہیں۔ تاہم آپ کے تجزیہ و اصلاحی کارنامے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جو ان کی تاریخ اصلاح و تجزیہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عقیدہ توحید کی تجدید اور مشرکانہ عقائد و رسوم کا ابطال:

غیر مسلم اور عجمی اقوام کے اختلاط اور اسماعیلی و باطنی حکومتوں کے نفوذ اور گمراہ کن

صوفیوں کی تعلیم و عمل سے مسلمانوں میں شرکانہ عقائد و رسوم کا بہت رواج ہو چلا تھا، قبر پرستی عام ہو چکی تھی۔ اور اس کے ساتھ قبر پرست لوگ توحید پرستوں پر تنقید کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ان میں یہ رسم بدرواج پذیر ہو چکی تھی کہ بزرگوں کے بارے میں الوہیت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کے حرارات کا طواف کرتے تھے۔

امام ابن تیمیہ نے ان سب شرکانہ اعمال و رسوم کے خلاف جہاد و تجدید کا علم بلند کیا۔ اور عوام کی ناپاستی نیز خواص کا عوام کے قہر و عتاب سے بالکل بے نیاز ہو کر مرد وچہ اعمال و رسوم اور شرکانہ عقائد و خیالات کی تردید کی اور ان عقائد و خیالات پر تیشہ چلایا۔ جو اس شرکانہ طرز عمل کی بنیاد تھے۔

فلسفہ و منطق اور علم کلام کی تردید: شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا علمی و اصلاحی اور تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں فلسفہ و منطق و علم کلام کی تردید کا فریضہ انجام دیا اور اس کے مد مقابل مدلل طریقہ سے کتاب و سنت کے طرز اسلوب کی برتری ثابت کی۔ یونانی فلسفہ و منطق کی کتابوں کا ترجمہ خلیفہ منصور کے عہد تقریباً ۱۳۶ھ میں شروع ہو گیا تھا۔ معتزلہ نے ان کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ یونانی فلسفہ و منطق کا اصل رواج عباسی خلفیہ مامون الرشید (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے عہد میں شروع ہوا۔ مامون الرشید نے اپنی سرپرستی میں یونانی فلسفہ و منطق کی کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے کرائے۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مامون الرشید خود یونانی علوم کا بڑا اقدردان اور حریص تھا۔ ترجمہ کا کام مامون الرشید کی وفات (۲۱۸ھ) کے عہد میں بھی جاری رہا۔

علامہ ابوالقاسم صاعد بن احمد الاندلسی (م ۴۶۳ھ) نے طبقات الامم میں لکھا ہے:

”پنچویں صدی ہجری تک یونان کے علمی ذخیرہ کا بڑا حصہ عربی میں منتقل ہو چکا تھا۔“

فلسفہ و منطق کی تردید میں سب سے پہلے علامہ عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۹ھ) نے ”مہلک و اہل“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فلسفہ و منطق کا مدلل رد کیا۔ اور ان کے بعد امام فخرانی (م ۵۶۱ھ) مد مقابل آئے۔ اور انہوں نے ”تہذیب الاسلام“ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس سے ایک صدی تک فلسفہ و منطق کے ایوان میں زلزل رہا۔



امام غزالیؒ کے بعد امام ابن تیمیہؒ میدان میں آئے۔ اور انہوں نے یونانی فلسفہ و حکمت کی مدلل تنقید اور محاسبہ کیا اور آزادانہ و مجتہدانہ تبصرہ کیا اور فلسفہ و منطق کی تردید میں مختصر اور جمل کتاب ”نقض المنطق اور مفصل کتاب ”الرد علی المنطقیین“ تصنیف کی۔

امام ابن تیمیہؒ نے محض اجمالی تبصرہ اور اصولی اعتراضات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پورے فن پر ایک ناقدانہ اور مجتہدانہ نگاہ ڈالی اور اس کا علمی احتساب کیا اور خالص فنی حیثیت سے بحث کی۔

علوم شریعت کی تجدید: امام ابن تیمیہؒ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ علوم شریعت کی تجدید ہے۔ آپ جس دور میں پیدا ہوئے اس وقت علوم اسلامیہ بڑی وسعت اختیار کر چکے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، فقہ میں ہر موضوع پر وسیع کتب خانہ مرتب ہو چکا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنے خدا داد حافض سے پورے علوم اسلامیہ پر عبور حاصل کیا اور اس کو لکھری طور پر ہضم کیا اور اس سے اپنی تصنیفات میں پورا فائدہ اٹھایا۔

امام ابن تیمیہؒ نے تفسیر قرآن کو اپنے فکر کا خاص موضوع بنایا۔ یہ ذوق آپ پر اس قدر غالب تھا۔ کہ ان کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں قرآن مجید کی تفسیر کا مواد نہ ہو اور آیات قرآن سے استدلال اور ان کی شرح و تفسیر نہ ہو۔ تفسیر سے ان کا تعلق اس میں ان کا اشتغال و اشہاک ان کی زندگی میں بھی معروف تھا۔ یہ ان کا ایسا امتیازی نشان سمجھا جاتا ہے کہ ان کی نماز جنازہ کا اعلان اسی عنوان سے ہوا۔

### ﴿الصلوة علی ترجمان القرآن﴾

امام صاحب نے اصول تفسیر پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے اصول تفسیر میں رسالہ تصنیف کیا۔ امام ابن تیمیہؒ نے حدیث اور شرح حدیث میں کوئی مستقل کتاب تصنیف نہیں کی اور حدیث کا فن ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک جس وسعت اور کمال کو پہنچ چکا تھا اور اس کے بعد یہ کام ایسا ضروری بھی نہیں رہ گیا تھا۔ تاہم امام ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں اصول حدیث، اسما و الرجال، جرح و تعدیل، نقد حدیث اور فقہ حدیث پر بہت مواد ملتا ہے۔ اگر اس مواد کو علیحدہ کیا جائے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اصول فقہ ان کا پسندیدہ اور ذوقی موضوع تھا۔ جس میں ان کو ملکہ راسخ حاصل تھا۔ اور اس میں وہ مجتہد اہل شان رکھتے تھے۔ ان کی کوئی کتاب ان اصولی مباحث سے خالی نہیں۔ علم کلام میں امام ابن تیمیہؒ "تجر علمی" رکھتے تھے اور ان کی جو تصنیفات اس موضوع سے تعلق رکھتی ہیں ان کے مطالعہ سے ان کے اعلیٰ خیالات، قوت استدلال، حمیت دینی اور ان کے علم و ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

فقہ امام ابن تیمیہؒ کے زمانہ میں اتنی مدون ہو چکی تھی کہ اس میں نیا اضافہ بہت مشکل تھا۔ تاہم امام صاحب نے اس طرف خاص توجہ کی۔ آپ نے بکثرت مسائل و احکام پر مجتہد اہل نظر ڈالی۔ فقہ وحدیث میں تطبیق کی کوشش کی۔ نئے پیش آنے والے مسائل کے لئے اجتہاد و استنباط سے کام لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا۔ اس عظیم علمی کارنامہ کے ساتھ جس میں وسعت بھی تھی۔ امام ابن تیمیہؒ نے علوم شریعت کی تجدیدی کی۔ اور فکر اسلامی پر جو جمود اشکلال طاری ہونے لگا تھا اس کو دوز کیا۔ امام صاحب نے تصنیفات کا ایک علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جس کے مطالعہ سے ذہن میں وسعت، طبیعت میں جولانی اور فکر میں تحریک و نشاط پیدا ہوتا ہے۔

بلاشبہ امام ابن تیمیہؒ کا شمار علوم و افکار اسلامیہ کے مجدد دین میں ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کا ایک مستقل تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فکر اسلامی کا احیا کیا اور اس سلسلہ میں ان کی ساری زندگی یہ کوشش رہی کہ عقائد کا ماخذ وحی نبوت اور کتاب و سنت کو بنایا جائے۔ اس طرح انہوں نے فکر اسلامی کو طاقت و تازگی بخشی جو فلسفہ و علم کلام اور علمی روح سے بہت کچھ محروم و مضلل ہو گئی تھی۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے تقلید شخصی کا رواج نہیں تھا۔ لوگ کسی ایک عالم کی تقلید یا کسی ایک مذہب کے تعین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے اور کسی ایک مذہب کی تقلید خالص اور اس کے اصول و طریقہ پر فقہ حاصل کرنے اور فتویٰ دینے کا دستور عام نہیں تھا۔

جہاں تک امام ابن تیمیہؒ کے عمل کا تعلق ہے انہوں نے بیشتر مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) کے مذہب و اصول پر فتویٰ دیا ہے۔ اکثر مسائل میں ان کی رائے اور فتویٰ ائمہ

اربعہ یا ائمہ ہدیٰ میں سے کسی نہ کسی امام کے اجتہاد اور فتویٰ کے مطابق ہے اور بعض مسائل میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں انہوں نے فتویٰ دیا ہے۔ ان سب صورتوں کا موازنہ کرتے ہوئے ان کے متعلق صحیح یہ ہے کہ وہ مذہب حنبلی کے مجتہد و منتسب تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کے اس تجدیدی کارنامہ پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) نے بڑا عمدہ تبصرہ کیا ہے۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

”امام ابن تیمیہؒ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے جس طرح کتاب و سنت کو حقائق کا ماخذ بنانے کی پر زور دعوت دی اور خود کامیابی کے ساتھ اس پر عمل کیا اسی طرح کتاب و سنت کو فقہیات و احکام کا ماخذ بنانے اور ان کو حق کا معیار قرار دینے کی طاقت اور دعوت دی۔ اور اپنے زمانہ میں عمل کر کے دکھایا۔ اور لہذا تَسَارُ عَشْمٌ لِمَنْ خَشِيَ فِرْكَوَهُ اِلَى اللّٰهِ وَالسُّمُوْلُ پَرِ عَمَلٍ كَاثِمُوْنَهٗ مِثْلَ كِيَا۔ ان کی اس دعوت نے ان فقہی دائروں اور امت کے علمی حلقوں میں جن میں عرصہ سے نئے غور و فکر اور احکام و مسائل کے کتاب و سنت سے مقابلہ کرنے کا کام بند ہو گیا تھا۔ اور اجتہاد و استنباط کا سلسلہ عرصہ سے مسدود تھا نئی علمی و فکری جزأت اور براہ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا ہوئی۔ اس طرح سے انہوں نے اس صحیح اسلامی فکر کا احیا کیا جو قرونِ اولیٰ میں پائی جاتی تھی اور مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد تھی۔ وہ اپنے تمام علمی و عملی کارناموں کی بنا پر تاریخ اسلام کی ان چیدہ شخصیتوں میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تجدید و احیا کا کام لیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔“

تلاذہ: شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کے تلاذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر آپ کے جن تلاذہ نے آپ کی علوم کی نشر و اشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دیں ان میں درج ذیل حضرات خاص

طور پر قابل ذکر ہیں:

● حافظ ابن قیم (م ۵۷۱ھ) ● حافظ ابن عبدالبہادی (۵۷۴ھ)

● حافظ ابن کثیر (۵۷۷ھ) ● حافظ ذہبی (۵۷۸ھ)

حافظ ابن قیم: حافظ ابن قیم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مایہ ناز شاگرد تھے اور آپ کے علوم کے قریب و ناشر تھے جیل میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ اور ۱۶ سال تک آپ کی محبت میں رہے۔

حافظ ابن قیم صحیح مسنون میں علوم ابن تیمیہ کے حامل تھے اور ساری زندگی اپنے استاد کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ انہوں نے استاد کی دعوت و ارشاد کو عام کیا اور ساری عمر دفاع بھی کیا۔ حافظ ابن قیم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فقہ ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ مسئلہ طلاق پر انہوں نے ابن تیمیہ کے افکار و آراء کی خوب پشت پناہی کی۔ اپنے استاد کے فتاویٰ و اصول اور مباحث کلامیہ کو اپنی متعدد تصانیف میں جمع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن قیم کی تصانیف مثلاً زاد المعاد فی ہدی خیر العباد و اعلام الموقعین عن رب العالمین، شفاء العلیل اور مفتاح دار السعادہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبہادی: حافظ ابن عبدالبہادی بھی امام ابن تیمیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ انہوں نے ۴۰ سال کی عمر پائی اور امام صاحب کی محبت میں کافی عرصہ رہے۔ حافظ ابن عبدالبہادی کو اپنے استاد محترم سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت تھی۔ یہ محبت اور عقیدت کا نتیجہ تھا کہ حافظ تقی الدین سبکی (م ۷۷۷ھ) نے امام ابن تیمیہ کی تردید میں ”شفاء النقام فی زیارہ خیر الانام“ کے نام سے ایک کتاب لکھی تو حافظ ابن عبدالبہادی نے اس کا جواب ”الصارم السنکی فی رد علی السنکی“ کے نام سے دیا۔ اور اس کتاب میں اپنے استاد محترم کا پورا پورا دفاع کیا اور علامہ سبکی کے اعتراضات کا دلائل سے جواب دیا۔

اس کے علاوہ حافظ ابن عبدالبہادی نے اپنے استاد محترم کے حالات اور ان کی خدمات پر ”العتود الدرین فی مناقب شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں حافظ ابن عبدالبہادی نے امام ابن تیمیہ کے خصائص اور ان کی دعوت و توحید و سنت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

حافظ ابن کثیر: حافظ ابن کثیر امام ابن تیمیہ کے خاص تلمیذ تھے۔ اور ان کو اپنے استاد سے بہت

محبت و عقیدت تھی اور امام صاحب کی عظمت و امامت کے قائل تھے۔ انکار ابن تیمیہ کی نشرو اشاعت میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے۔ مسئلہ طلاق میں وہ امام ابن تیمیہ کے ہموار تھے۔ جس کی بنا پر ان کو بھی مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑا۔

حافظ ابن کثیر کی تصانیف میں بہت سے مسائل میں ابن تیمیہ کی ہمواری پائی جاتی ہے۔ اور ان کے اصول و تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں امام ابن تیمیہ کے رسالہ اصول تفسیر پیش نظر رکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب ”البدایہ والنہایہ“ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حالات و واقعات بڑی تفصیل سے قلمبند کئے ہیں۔

حافظ ذہبی: حافظ ذہبی بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے خاص تلمیذ تھے۔ ان کا تعلق خاطر امام ابن تیمیہ سے تاریخ کی ایک معلوم حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مناقب انہوں نے لکھے حافظ ذہبی نے اپنی سات تصانیف میں امام ابن تیمیہ کے حالات زندگی اور ان کے انکار و نظریات پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے علاوہ ایک مستقل تصنیف ”الدرۃ العجمیہ فی السیرۃ العجمیہ“ لکھی۔

حافظ ذہبی کو امام ابن تیمیہ سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی اور ان کے علم و فضل اور جامع الکلمات ہونے کے معترف تھے۔

امام ابن تیمیہ پر کتابیں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنے دور کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کی دینی، علمی، اصلاحی اور تہجد پدی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ ارباب سیر و تذکرہ نے ان کے حالات زندگی اور ان کی خدمات پر ضخیم کتابیں تصنیف کیں۔

ان کتابوں کی تفصیل یہ ہے:

- (۱) المعود الدریر فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہ (حافظ ابن عبد البہادی ۴۴۳ھ)
- (۲) الدرۃ العجمیہ فی سیرۃ العجمیہ (حافظ ذہبی ۴۸۸ھ)
- (۳) الاعلام العلیہ فی مناقب الامام ابن تیمیہ (ابو حفص بزار ۴۹۹ھ)
- (۴) الحمیۃ الاسلامیہ فی الانتصار لمدہب ابن تیمیہ (یوسف بن محمد ۵۰۷ھ)
- (۵) الکواکب الدریر فی مناقب الامام المجتہد شیخ الاسلام ابن تیمیہ (شیخ مرعی بن یوسف ۵۳۳ھ)
- (۶) القول الخلی فی ترجمہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ الحنبلی (شیخ محمد بن احمد نابلی حنبل ۱۲۰۰ھ)

- (۷) مناقب الامام ابن تیمیہ (حافظ ابن قیم ۷۵۱ء)
- (۸) الرد الوافر علی من ذمہ الناس کی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کانفر (ابو عبداللہ محمد بن ناصر الدین م ۹۳۲ھ)
- (۹) "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" (علامہ لوطی حنفی م ۱۳۱ھ)
- (۱۰) مسانک الابصار فی الممالک والامصار (قاضی احمد بن عینی قرظی م ۳۹۷ھ)
- (۱۱) طبقات الحفاظ (ابن عبدالہادی م ۳۳۷ھ)
- (۱۲) ترمذ المختصر (ابن الورڈی م ۳۹۷ھ)
- (۱۳) فوات الوفيات (علامہ محمد بن شا کر الکفعمی م ۳۹۷ھ)
- (۱۴) تاریخ الاسلام (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۱۵) معجم الشیوخ الکبیر (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۱۶) معجم الشیوخ الاوسط (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۱۷) معجم الشیوخ الصغیر (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۱۸) معجم مختص بالحدیثین (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۱۹) سیر اعلام النبلاء (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۲۰) تذکرۃ الحفاظ (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی م ۳۸۰ھ)
- (۲۱) البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر م ۷۴۷ھ)
- (۲۲) طبقات الحنابلہ (محمد بن سراج م ۸۰۳ھ)
- (۲۳) ذیل طبقات الحنابلہ (ابن رجب بغدادی م ۹۵۷ھ)
- (۲۴) الدار الکامنه (حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ)
- (۲۵) مختصر طبقات الحفاظ (حافظ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ)
- (۲۶) شذرات الذهب من اخبار الذهب (ابن عماد حنبلی م ۱۰۸۹ھ)
- (۲۷) الیدر الطالع بعد القرآن السالط (محمد بن علی شوکانی م ۱۲۵۷ھ)

برصغیر (پاک و ہند) کے علمائے کرام نے بھی اپنی تصانیف میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حالات زندگی اور ان کی دینی، علمی، اصلاحی اور تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- (۲۸) جلاء العینین (شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۷ھ)
- (۲۹) اجداد العلوم (محی السنہ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)
- (۳۰) مکتبہ ارسن حیو والا حرار (محی السنہ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)
- (۳۱) اتحاف العلماء (محی السنہ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)
- (۳۲) الحج المکمل (محی السنہ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)
- (۳۳) حج اکرام فی آثار الیامہ (محی السنہ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)
- (۳۴) ہدیۃ السائل (محی السنہ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)
- (۳۵) ابن تیمیہ حرانی (علامہ شبلی نعمانی م ۱۳۲۲ھ مقالات شبلی ج ۵)
- (۳۶) تذکرہ (مولانا ابوالکلام آزاد م ۱۹۵۸ء امام ابن تیمیہ کے حالات زندگی اور ان کی دعوت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ صفحہ ۱۵۸ تا ۲۳۳ مطبوعہ انارکلی کتاب گھرا ہور)
- (۳۷) سیرت امام ابن تیمیہ (مولانا غلام رسول مہر م ۱۳۹۵ھ)
- (۳۸) امام ابن تیمیہ (ڈاکٹر غلام جیلانی برقی مرحوم)
- (۳۹) شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی م ۱۹۹۹ء تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم)
- (۴۰) ابن تیمیہ (تالیف محمد بن شعیب صحیح عبداللہ بن عمر)
- (۴۱) امام ابن تیمیہ (ابو سلمان شاہ جہان پوری)
- (۴۲) امام ابن تیمیہ (افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری م ۱۹۹۹ء)
- (۴۳) عقائد ابن تیمیہ (مولانا محمد حنیف ندوی م ۱۹۸۷ء)
- (۴۴) صاحب سیف و قلم (سید حسین حسنی)
- (۴۵) حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ (تالیف: پروفیسر ابو زہرہ مصری م ۱۳۸۸ھ)
- (ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری م ۱۳۸۸ھ)
- (مقدمہ: مولانا غلام رسول مہر م ۱۳۹۵ھ)
- (تحقیق و تنقیح و تخریج: مولانا عطاء اللہ حنیف م ۱۴۰۸ھ)
- یہ فہرست مولانا عطاء اللہ بھوجیانی (م ۱۴۰۸ھ) کے مقالہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ماخوذ ہے۔

پروفیسر ابو زہر مصری: پروفیسر ابو زہر فواد یونیورسٹی قاہرہ (مصر) میں قانون کے پروفیسر تھے۔ آپ نے یونیورسٹی میں ائمہ اسلام کے حالات زندگی اور ان کے علمی کارناموں پر لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس سلسلہ میں درج ذیل ائمہ کرام پر لیکچرز دیئے:

- امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ)
- امام مالک (م ۱۷۹ھ)
- امام شافعی (م ۲۰۴ھ)
- امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)
- امام جعفر صادق (م ۱۴۸ھ)
- امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)
- امام ابن حزم (م ۴۵۹ھ)

پروفیسر ابو زہر ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لائے تھے اور پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے زیر اہتمام ایک مجلس مذاکرہ میں شرکت کی۔ ۱۳۸۰ھ میں قاہرہ میں انتقال کیا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف: مولانا محمد عطا اللہ حنیف بھوجپانی کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ جن علمائے کرام نے تحقیق و تدقیق میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں ان میں مولانا عطا اللہ حنیف بھی شامل ہیں۔ آپ کو فن جرح و تعدیل میں بلند مرتبہ و مقام حاصل تھا۔ اسماء الرجال میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ حدیث نبوی ﷺ سے بہت زیادہ شغف تھا۔ ان کی ساری زندگی حدیث نبوی کی تدریس میں بسر ہوئی۔ حضرت العلامة مولانا حافظ محمد محدث گوئد لوی (۱۳۰۸ھ) کے خاص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

مولانا عطا اللہ مرحوم شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کے بہت مداح اور شیدائی تھے اور ان ائمہ کرام کی تمام مطبوعہ تصانیف ان کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے محبت و عقیدت کی بنا پر شیخ ابو زہرہ مرحوم کی کتاب (حیات ابن تیمیہ) کا ترجمہ سید رئیس احمد جعفری ندوی سے کروایا۔ اور اس پر مقدمہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے لکھا اور اس کے حواشی خود لکھے۔ ان حواشی کے مطالعہ سے مولانا عطا اللہ حنیف کے علمی تجرک کا اندازہ ہوتا ہے۔

حیات ابن تیمیہ ۶۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ اور صفحات کی تعداد ۸۷۸ ہے۔ اس میں ۶۷ باب دیگر تلامذہ خاص مولانا عطا اللہ کی طرف سے اضافہ ہے۔ اس باب میں آپ نے حافظ ابن عبدالبہادی، حافظ ابن کثیر، حافظ ذہبی، محمد بن مطلق، قاضی الجمیل، ابو حفص البہاری، ابن سعد اللہ عراقی،



ابن الوردی الدہابی الزاہد قاضی ابن فضل اللہ اور احمد بن مری کے حالات مختصراً قلمبند کئے ہیں۔

باب ۶۸ میں (حلقہ بگوشان افکار ابن تیمیہ) مولانا مرحوم کی طرف سے اضافہ ہے۔

باب ۶۹ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت تجدید و اصلاح) بھی مولانا عطا اللہ کی طرف سے اضافہ ہے۔ آخر میں "ضمیمہ" کے عنوان کے تحت ابن بطوطہ سیاح کی غلط فہمی اور اس کی تحقیق اسمائے

مصنفات ابن تیمیہ مراجع و مصادر بھی مولانا مرحوم نے لکھے ہیں۔ جو صفحہ ۹۳ تا ۸۷ تا ۸۷ تک محیط ہیں۔ حیات ابن تیمیہ پہلی بار ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء دوسری بار ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء اور تیسری بار ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔

برصغیر میں امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کی اشاعت:

برصغیر (پاک و ہند) میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کی

اشاعت علمائے غزنویہ (امر تسر) کے ذریعہ ہوئی۔ حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی

(م ۱۲۹۸ھ) اور آپ کے صاحبزادگان عالی مقام یعنی مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۲ھ)

مولانا سید عبدالبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) مولانا عبدالرحیم غزنوی (م ۱۳۳۲ھ) اور مولانا

عبدالواحد غزنوی (م ۱۳۳۹ھ) رحمہم اللہ! جمعین کی سعی کوشش سے ہوئی۔ ان علمائے کرام نے امام

ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی متعدد تصانیف طبع کرا کر شائع کرائیں۔

علمائے غزنویہ (امر تسر) کے علاوہ قصوری خاندان (مولانا عبدالقادر قصوری اور ان

کے صاحبزادگان مولانا محی الدین احمد قصوری اور مولانا محمد علی قصوری رحمہم اللہ! جمعین)۔ مولانا حافظ

محمد گوند لوئی (م ۱۴۰۵ھ) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلطی (م ۱۳۸۷ھ) اور مولانا عطا اللہ حنیف

(م ۱۴۰۸ھ) نے بھی افکار ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔

میں نے اس مقدمہ کی تالیف میں مولانا عطا اللہ حنیف کی حیات ابن تیمیہ اور مولانا

سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم سے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا

عطا اللہ حنیف اور مولانا علی میاں کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

عبدالرشید عراقی

۲۰۰۱/۶/۲۵

۱۴۲۲/۴/۲



حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

۶۶۱ھ تا ۷۲۸ھ



## امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

جس نے اپنی زبان و قلم سے مسلمانوں کے اندر علم و عمل کی ایک زبردست روح پھونکی اور ان کی زندگی کے ہر گوشے میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ یہ مرد مجاہد کون تھا یہ وہی شخص ہے جس کو دنیا آج شیخ الاسلام والد نام بحر العلوم، سید الحفاظ فرید المعصر، علامہ الزمان، ترجمان القرآن ناصر السنہ و قاطع البدعہ شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحمیم ابن تیمیہ کے نام اور القاب سے یاد کرتی ہے۔

افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری



## امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اپنے دور کے تبحر عالم محدث، فقیہ اور نقاد تھے۔ آپ نے علوم اسلامیہ میں جو جہتہ اندہ مقام حاصل کیا اور علوم اسلامیہ خاص طور پر تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ میں اپنے تبحر علمی کا جو نقش اپنے زمانہ میں قائم کیا۔ اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ نے تمام علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کر لی تھی اور اس کا نتیجہ تھا کہ ان کے دور میں دین اسلام کے خلاف جس قسم کی شورش برپا ہوئی آپ نے اس کا دندان شکن جواب دیا۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے تبحر علمی، شوق مطالعہ اور ذوق علم سے اسلامی علوم اور رائج الوقت علوم و فنون میں ایسی جہتہ پیدا کی کہ ان کے معاصرین جو اپنے فن میں امام تسلیم کئے جاتے تھے انہوں نے امام صاحب کے تبحر علمی اور علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ ناصر الدین (م ۸۴۲ھ) اپنی کتاب ”الرد الوافر“ میں علامہ تقی الدین ابن دمیق العید (م ۷۰۲ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”جب ابن تیمیہؒ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تمام علوم

اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں جو چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اور جس کو

چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔“ (الرد الوافر- ص ۳۱)

امام ابن تیمیہؒ کی جامع الصفات شخصیت بلاشبہ ملت اسلامیہ کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیمات کو خاص کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی بنیاد پر پیش کیا۔ وہ تمام آلودگیاں جو یونانی افکار و نظریات کے زیر اثر اسلامی تعلیمات میں راہ پارہی تھیں یا عجمی مذہبیت کی حامل وہ صوفیانہ تعبیرات جو سنی اور تقدس کا لہادہ اوڑھ کر شامل ہوئی تھیں امام صاحب نے ان سب کی تردید اور ان کی حقیقت کو بے نقاب کیا

(امام ابن تیمیہؒ از ڈاکٹر غلام جیلانی برق- ص ۴)

امام ابن تیمیہ کا زمانہ بڑا بڑا آشوب اور بڑے ازواجات ہے۔ سیاسی، اجتماعی، اخلاقی، علمی اور دینی حیثیت سے یہ دور خاص اہمیت رکھتا ہے۔ امام صاحب کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں اور ان کے علمی و دینی مزاج کو سمجھنے کے لئے اس ماحول کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ جس میں ان کی نشوونما ہوئی ہے۔ اور جس میں انہوں نے تجدیدی و اصلاحی اور دینی و علمی کارنامے انجام دیے۔

امام ابن تیمیہ کون تھے اسلام کی سر بلندی، توحید الہی اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اشاعت، شرک و بدعت اور محدثات کی تردید، توحیح اور باطل، انکار و نظریات کا قلع قمع کرنے کے لئے کیا خدمات انجام دیں۔ اور اس کے ساتھ فضائل و اخلاق میں آپ کا مرتبہ و مقام کیا تھا؟ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۳ء) فرماتے ہیں:

”اسلام میں سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء فضلاء مجتہدین ائمہ فہم مدبرین ملک گزرے ہیں لیکن مجدد یعنی رفاہر بہت کم پیدا ہوئے۔

مجدد یا قارمر کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں:

(۱) مذہب یا علم یا سیاست میں کوئی مفید انقلاب پیدا کر دے۔

(۲) جو خیال اس کے دل میں آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ

اجتہاد ہو۔

(۳) جسمانی مصیبتیں آئی ہوں۔ جان پر کھیلا ہو سر فروشی کی ہو۔

تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابو حنیفہ، امام غزالی، امام رازبی، شاہ ولی اللہ دہلوی سب اس دائرہ میں آسکتے ہیں۔ لیکن جو شخص رفاہر کا اصلی مصداق ہو سکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہ ہیں۔ مجدد کی اصل خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہیں۔ (مقالات شبلی، ج ۵ ص ۶۲)

علامہ شبلی نعمانی کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) جن کی دینی و علمی خدمات محتاج کی تعارف نہیں ہیں۔ امام ابن تیمیہ کے مناقب اور ان کے مجددانہ کارناموں سے برصغیر کے علم دوست مسلمانوں کو روشناس کرایا۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں:

آخوین صدی کے اوائل میں جب دعوت عامہ امت و تجدید شریعت و احیاء

الشیخ بعد موتہا و اخمد الہدۃ بعد شیوہا و ارتقاہا کی روح القدس نے آیۃ  
 بن آیات اللہ و حجۃ قائمۃ من حج اللہ شیخ المصلحین و ملاذ الحجۃ و بن سندا  
 کا ملین و امام العارفین و وارث الانبیاء قدودۃ الاولیاء حضرت شیخ الاسلام علی  
 الدین ابن تیمیہؒ کے وجود مبارک میں ظہور کیا۔ اور عہدِ اواخر کے تمام  
 مسالک و دعوت و تجدیدی ریاست و فاقحیت اور قہلیت و مرکزیت کا مقام  
 مجتہدِ اعظم کے سپرد کیا گیا۔ اس زمانے میں بجز شیخ الاسلام ممدوح کے اور  
 کوئی عالم حق نہ تھا۔ دیارِ مصر و شام تو علمائے کاظمین سے مملو و مشغول تھے۔  
 بڑے بڑے حفاظ و نقاد علوم اور علوم و اعظم نظر و اجتہاد موجود تھے جن کے  
 بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالمِ اسلامی میں پیدا نہیں ہوئے۔

بایں ہمہ یہ حقیقت سوریج کی طرح چمک رہی ہے۔ اور ہر صاحب  
 بصارت پر روشن کہ مقامِ عزیمت و دعوت کا جو ایک مقامِ خاص ہے۔ وہ ان  
 میں سے کسی کے حصے میں بھی نہ آیا۔ وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہی  
 کے لئے تھا۔ سب اپنے دوسرے کاموں میں رہ گئے۔ لیکن انہوں نے وہ  
 سب کام بھی ان سے بہتر کئے جو وہ سب کر رہے تھے۔ اور پھر ان سے  
 بڑھ کر یہ کہ سب کو راہِ عزیمت و دعوت و تجدید و احیاء سنت و رفع الملامت و  
 اخمد شر و بدعت و کشف و ابراز معارف مستورہ کتاب و سنت و غوامض و  
 سرازمعارف و حکمت نبوت انھجاریتالیح الحکمت من اللسان و الجہان و جہاد  
 فی سبیل اللہ بالسیف و القلم و اللسان میں منزلوں اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور  
 علوم و اعمال و وہیہ سادہ کی ان بلند یوں پر تنہا جا کھڑے ہوئے جہاں  
 ان کے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کو بھی بار نہیں۔ حتیٰ کہ خود ان کے  
 معاصرین کو یک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا۔

﴿ما راہنا مثلاً و انہ ما راہی مثل نفسه﴾

”نہ تو ہماری آنکھوں نے اس کا مثل دیکھا اور نہ خود اس کو اپنا سا کوئی نظر

آیا۔“

اے، تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم !  
(تذکرہ ص ۱۵۷-۱۶۱)

امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) ملاحظہ حسین سندھی مصنف ”دراسات بلبلیب“ کے سوالات کے جواب میں فرماتے ہیں: کہ

”ہم نے ان (ابن تیمیہ) کے حالات کی خوب تحقیق کی ہے۔ وہ قرآن مجید کے عالم حدیث رسول اللہ کے حافظ دونوں کے لغوی و شرعی معانی کے ماہر آثار سلف کے ماہر اور نحو و لغت کے امام تھے۔ جنہی مذہب کے اصول و فروغاً، تنقیح کند محقق، ذہانت میں یکتا، اہل سنت کی طرف سے دفاع کرنے تیز طراز اور فصیح و بلیغ (عمل میں) فسق اور (عقیدہ میں) بدعت کی ان میں کوئی بات نہ تھی۔ چند ایک مسئلوں میں خواہ مخواہ ان پر سختی کی گئی۔ حالانکہ ان میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں۔ جن میں ان کے پاس قرآن و حدیث اور آثار سلف سے دلیل نہ ہو۔“ (کتاب شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۷۷)

محمی السنۃ امیر الملک مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) نے اپنی کئی ایک تصانیف میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حالات زندگی اور ان کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

احتراف العلماء و ابجد العلوم التاج الملکل، تھصار وجود الاحرار اور حجج الکرامہ وغیرہ۔ مشہور احمدیہ عالم اور محقق مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ھ) لکھتے ہیں:

”علمائے غرنبویہ (امر تسر) کا امراء و علمائے نجد سے تعلق پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں ہمارے ہاں معارف ابن تیمیہ کا مزید ورود ہوا۔ جب کہ نواب صاحب کا ذریعہ علمائے حدیث یمن تھے۔ بزرگان غرنبویہ مولانا محمد صاحب محشی تفسیر جامع البیان مولانا عبد الجبار مولانا عبد الرحیم مولانا عبد الواحد رحمہ اللہ اجمہین کی توجہ سے شیخ الاسلام کی بعض تصانیف طبع ہوئیں۔ اور تدریسی طریقے سے آپ کی دعوت توحید اور ذکر و فکر کو فروغ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اس کے ساتھ مصر سے بھی شیخ الاسلام کی

تصانیف اور تراجم پر مشتمل کئی کتابیں اور مختلف مجلات میں اہل علم کے مقالات آنے شروع ہو گئے۔ اب تعلیمات ابن تیمیہ پر سے صدیوں کے ڈالے گئے پردے کافی حد تک اٹھ گئے۔ حقیقت حال سے تحقیق پسند علماء واقف ہوئے تو علوم ابن تیمیہ کی شیدائیت بڑھی۔ ادھر فارسی کی چاشنی کا شرف اردو کو حاصل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اردو کے دو صاحب علم مولانا شبلی نعمانی مرحوم اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو توفیق بخشی کہ انہوں نے اردو دان طبقے کو شیخ الاسلام سے روشناس کرایا۔

(حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۸)

نام و نسب و ولادت: احمد نام ابو العباس کنیت، لقبی الدین لقب، ابن تیمیہ عرف شجرہ نسب یہ ہے:

احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن خضر بن محمد بن خضر بن علی بن عبد اللہ۔

تیمیہ آپ کے جد امجد محمد بن خضر کی بیٹی تھیں۔ یہ خاتون بڑی عالمہ فاضلہ اور عابدہ تھیں

اس لئے سارا خاندان ان کی طرف منسوب ہو گیا۔

ان کے والد امام عبد الحلیم بن عبد السلام بڑے جلیل القدر عالم و فاضل تھے اور تمام علوم

اسلامیہ میں ان کو بحر علمی حاصل تھا۔ دار الحدیث السکریہ کے شیخ الحدیث تھے ۶۸۳ھ میں انتقال

کیا۔

والدہ کا نام فاطمہ اور لقب ست المعتم تھا۔ ان کے والد کا نام عبد الرحمان بن علی تھا۔

ست المعتم فاطمہ بڑی عابدہ زاہدہ صابره و شاکرہ اور بلند حوصلہ خاتون تھیں۔ (۷۱۶ھ) میں دمشق

میں انتقال کیا۔

امام ابن تیمیہ بروز دو شہیہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ میں مطابق ۱۲۶۲ء کو شام کے ایک

گاؤں حران میں پیدا ہوئے۔ (مقالات شبلی ج ۵ ص ۶۳)

نقل سکونت:

”امام ابن تیمیہ جس دور میں پیدا ہوئے۔ اس وقت سارا عالم اسلام

تاتاریوں کی ہیبت سے لرزہ بر اندام تھا۔ امام صاحب نے اپنی زندگی کے



ابتدائی ۶ سال حران میں گزارے۔ جب آپ نے ساتویں سال میں قدم رکھا تو حران بھی تاتاریوں کی زد میں آ گیا۔ تاتاریوں کے حملہ کے بعد علم و فضل، عزت و آبرو اور جان و مال کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ امام صاحب کے والد امام عبدالحلیم بن عبدالسلام نے کسی دوسرے شہر میں پناہ لینے کا عزم کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک گاڑی میں اپنا سامان اور کتابیں رکھیں اور دمشق کی طرف چل پڑے۔ تاتاریوں نے تعاقب کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سے محفوظ رکھا۔ آپ مع اپنے اہل و عیال اور سامان وغیرہ دمشق پہنچ گئے۔“ (مقالات شعلی ج ۵ ص ۶۳)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) ”الکواکب الدرر“ معضفہ شیخ مرئی یوسف ضلی (م ۱۰۳۳ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”آخر اس خاندان نے مغرب ہی کا رخ کیا۔ اور دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں بھی اس علمی خاندان نے اپنے قیمتی کتب خانہ کو جو کئی پشتوں کا اندوختہ اور ایک بڑا علمی سرمایہ تھا جدا کرنا گوارا نہیں کیا چنانچہ سب مال و متاع چھوڑ کر کتابیں ایک گاڑی میں بارکیں اور روانہ ہو گئے۔ تاتاریوں کا کھٹکا لگا ہوا تھا ہر جگہ دہشت پھیلی ہوئی تھی، عورتوں اور بچوں کا ساتھ تھا بڑی مشکل یہ تھی کہ جانوروں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی گاڑی خود کھینچی پڑتی تھی۔ قافلہ آتماں و خیراں چلا جا رہا تھا۔ ایک جگہ قریب تھا کہ تاتاری سر پر پہنچ جائیں قباحت یہ ہوئی کہ کتابوں کی گاڑی چلتے چلتے رک گئی۔ خاندان کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور گریہ و زاری کی۔ اللہ نے مدد فرمائی۔ اور گاڑی کے پیسے کام کرنے لگے۔ اور قافلہ آگے بڑھا۔“

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۸-۳۹)

”چنانچہ یہ قافلہ راستہ کی مصیبتیں اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے دمشق پہنچ گیا۔ دمشق کے لوگ امام ابن تیمیہ کے دادا حضرت مجدد الدین عبدالسلام کے علم و فضل سے جس طرح واقف تھے۔ اسی طرح

امام صاحب کے والد محترم امام عبدالکلیم بن تیمیہ کے علم و فضل کو بھی جانتے تھے۔ چنانچہ تھوڑے دنوں بعد وہ جامع مسجد دمشق اور دارالحدیث السکر یہ میں درس دینے لگے۔“ (صاحب السیف والقلم ص ۱۹)

تعلیم و تربیت: اب دمشق میں امام ابن تیمیہ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا قرآن مجید تو آپ نے کسنی میں حفظ کر لیا تھا۔ امام صاحب اور ان کے خاندان نے حران سے دمشق تک جن کالیف کا سامنا کیا اور اس کے ساتھ تازیوں نے لوگوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے۔ امام صاحب نے اس کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے آپ کے دل پر تازیوں کے خلاف نقش ثبت ہوئے۔

استاد ابو زہرہ مصری (۱۳۸۰ھ) لکھتے ہیں:

”خدا کی مدد سے یہ قافلہ سلامتی کے ساتھ دمشق پہنچ گیا یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ خوف و دہشت کے ان لرزہ خیز حوادث کی داستانیں ان کے کانوں میں برابر پڑ رہی تھیں اور ان زہرہ گداز حالات کا جس کی آنکھیں مشاہدہ کر رہی تھیں وہ بھی حساس اور نوجوان کا احمد تقی الدین تھا۔ اس نے تازیوں کی عنایت گری کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس نے امن و سکون کی زندگی بسر کرنے والوں کو خوف و دہشت سے نیم جان دیکھا تھا جو جائے پناہ تلاش کرنے کے لئے اذھر اذھر بھاگے پھر رہے تھے۔ اس نونہال نے اپنے خاندان کی زیوں حالی بھی دیکھی تھی۔ راہ کی دشواریاں متاع گرانما یہ کتب کی بربادی مال و اسباب کے ضائع ہو جانے کا خوف اس حساس اور بچھدر لڑکے نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچپن میں ہی تازیوں سے نفرت کا نقش دل پر بیٹھ گیا۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۵۲)

امام صاحب کی تعلیم کا آغاز ”دارالحدیث السکر یہ“ سے ہوا۔ جہاں آپ کے والد امام عبدالکلیم ابن تیمیہ شیخ الحدیث تھے۔ دارالحدیث السکر یہ کے علاوہ مدرسہ حلیہ میں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیگر علمی مراکز سے بھی استفادہ کیا اور مختلف اساتذہ سے تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ تاریخ اسلام الرجال فلسفہ منطق لغت و ادب اور صرف و نحو کا درس لیا۔ (امام ابن تیمیہ از برق ص ۲۲)

غیر معمولی حافظہ: امام ابن تیمیہ کا خاندان قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں مشہور تھا۔ ان کے دادا اور والد دونوں غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔ لیکن احمد تقی الدین اپنے پورے خاندان میں حافظہ میں سب سے سبقت لے گئے۔ بچپن میں ہی ان کے عجیب و غریب حافظہ کے واقعات نے ان کے اساتذہ کو متحیر کر دیا۔ ان کے غیر معمولی حافظہ کے بارے میں استاد ابو زہرہ مصری مرحوم "العتور الدریتہ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"حلب کے ایک مشہور عالم و مشق وارد ہوئے۔ انہوں نے فرمایا میں نے سنا ہے یہاں ایک لڑکان احمد بن تیمیہ ہے جو غیر معمولی حافظہ کا مالک ہے۔ یہاں میں اس لئے آیا ہوں کہ ذرا سے دیکھ لوں۔ ایک درزی نے کہا جی ہاں۔ وہ لڑکا ابھی لادھر سے گزرے گا۔ ذرا تشریف رکھیے۔ بس یہاں آیا ہی چاہتا ہے۔ یہ سن کر وہ شیخ طلی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا پاس سے گزرا۔ درزی نے شیخ طلی سے کہا۔ یہ لڑکا جو ایک بڑی سی تختی لئے جا رہا ہے یہی احمد بن تیمیہ ہے۔ شیخ طلی نے آواز دی۔ وہ آواز سن کر قریب آیا۔ شیخ نے تختی لے کر ایک نظر اس پر ڈالی۔ پھر کہا بیٹے اس تختی پر جو لکھا ہے اسے مٹا ڈالو۔ میں جو کچھ بولوں لکھتے جاؤ۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا شیخ طلی نے کم و بیش تیرہ حدیثیں لکھائیں پھر کہا پڑھو کیا لکھا ہے۔ لڑکے نے لکھنے کے بعد ایک پھلتی سی نظر اپنے لکھے پر ڈالی اور تختی شیخ کی طرف بڑھادی۔ شیخ نے تختی لے کر کہا۔ اب ذرا سناؤ تو کیا لکھا ہے تم نے؟ لڑکے نے فر فر سازی عمارت سنا دی۔ شیخ نے دوبارہ کہا اچھا جو لکھا ہے وہ اب مٹا ڈالو۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر شیخ نے اپنے منتخب کئے ہوئے چند اساتذہ کا املا کرایا۔ پھر کہا پڑھو کیا لکھا ہے تم نے۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی لڑکے نے اپنے لکھے ہوئے پر ایک نظر ڈالی اور تختی شیخ کے حوالے کر دی۔ اور پھر سارا فر فر سنا دیا۔ شیخ طلی یہ کمال دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔"

یہ لڑکا اگر زندہ رہ گیا تو بڑا رتبہ حاصل کرے گا۔ میری نظر سے آج تک ایسا

کوئی لڑکا نہیں گزارا۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۵۶)

تعمیل تعلیم: امام ابن تیمیہ نے وہ تمام علوم جو اس زمانے میں رائج تھے مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، اسما، الرجال، ادب، لغت، فلسفہ و منطق، معانی و بیان، بدیع و عروض، شعر و شاعری، غرض کوئی علم ایسا نہ تھا جس کی انہوں نے تحصیل نہ کی ہو۔ اور کسی نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب نہ نہ کیا ہو۔

تفسیر ابن تیمیہ کا محبوب موضوع تھا۔ اس سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں آپ نے بیسار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس فن سے ان کو فطری مناسبت تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے۔ اور اس میں تدریس اور غور و فکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا اور قرآن مجید میں تدریس حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ صاحب "المعقود الدرر" نے لکھا ہے امام ابن تیمیہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اے ابراہیم کو تعلیم دینے والے مجھے قرآن میں سمجھ عطا فرما۔" (المعقود الدرر ص ۲۶)

تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ امام صاحب کو حدیث نبوی ﷺ سے بھی شغف اور عشق تھا۔

آپ نے حدیث متعدد اساتذہ حدیث سے پڑھی۔ حدیث کی سب سے پہلی کتاب

جو آپ نے حفظ کی۔ وہ امام حمیدی کی کتاب "المجمع بین الصحیحین" ہے۔

اساتذہ: امام صاحب کو حدیث نبوی سے بہت زیادہ شغف تھا علمائے سیر نے لکھا ہے کہ

امام ابن تیمیہ کے شیوخ حدیث کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا محمد یوسف کوکن عمری مرحوم نے اپنی کتاب "امام ابن تیمیہ" میں امام صاحب

کے ۲۳ مشہور اساتذہ حدیث کے نام درج کئے ہیں۔ اور ڈاکٹر نظام جیطانی برق مرحوم نے اپنی

کتاب امام ابن تیمیہ میں ۲۳ اساتذہ کے نام لکھے ہیں۔

یہاں آپ کے چند جلیل القدر اساتذہ کے نام درج کئے جاتے ہیں:

(۱) شیخ زین الدین ابوالعاس احمد بن عبدالدارم (۵۷۷ھ تا ۶۲۸ھ)

(۲) شیخ شمس الدین ابو محمد عبدالرحمان بن ابی عمر (۵۹۷ھ تا ۶۸۲ھ)

(۳) شیخ محمد الدین ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل (۵۸۷ھ تا ۶۹۹ھ)

- (۴) شیخ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن سلیمان (۵۸۵ھ تا ۶۷۰ھ)
- (۵) شیخ کمال الدین ابونصر عبدالعزیز بن عبدالمعزم (۵۸۵ھ تا ۶۷۲ھ)
- (۶) شیخ تقی الدین ابومحمدا سمعیل بن ابراہیم (۵۸۹ھ تا ۶۷۲ھ)
- (۷) شیخ زین الدین ابوالعباس احمد بن ابی الخیر سلامہ (۶۰۹ھ تا ۶۷۸ھ)
- (۸) شیخ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالمعزم (۶۰۱ھ تا ۶۸۲ھ)
- (۹) شیخ سیف الدین ابوزکریا یحییٰ بن عبدالرحمان (۵۹۲ھ تا ۶۷۸ھ)

حدیث نبوی ﷺ سے امام صاحب کو بہت زیادہ شغف تھا۔ آپ نے مسند امام احمد بن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی کی بار بار ساعت کی جس کی وجہ سے انہوں نے حدیث پر کافی عبور حاصل کر لیا یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا: ”جس حدیث کو امام ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔“

(امام ابن تیمیہ از محمد یوسف کوکن ص ۶۷)

دوسرے علوم عصری میں کمال: تفسیر قرآن اور حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ امام صاحب نے دوسرے علوم یعنی فقہ اصول فقہ، تاریخ و سیر ادب و لغت، فلسفہ و منطق، ریاضی و اقلیدس میں بھی کمال حاصل کیا۔ عربی نثر و لفظ پر بھی عبور تھا اور فنِ نحو میں بھی ان کو مہارت حاصل تھی۔ فنِ نحو میں سیبویہ پر عبور کا یہ عالم تھا کہ اس کا درس دیتے تھے اور ساتھ ساتھ فقہ کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔

غرض امام ابن تیمیہ نے اپنے زمانے میں کتاب و سنت کی ترجمانی اور دین کی صداقت و برتری ثابت کرنے اور علمی و علمی زندگی کی گمراہیوں کو دور کرنے کی ایسی عمل اور وسیع تیاری کی اور اس میں وہ اس قدر کامیاب و کامران ہوئے کہ ان کے مخالفین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے حریف علامہ کمال الدین الزمکانی (م ۷۲۷ھ) نے ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

”ابن تیمیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے علوم اس طرح نرم کر دیے تھے۔ جس طرح حضرت داؤد کے لئے لوہا نرم کن دیا تھا۔ جس علم کے بارہ میں ان سے سوال کیا جاتا اس طرح جواب دیتے کہ دیکھنے والا یا سننے والا یہ سمجھتا کہ وہ اس فن کے سوا کچھ نہیں جانتے اور یہ فیصلہ کرتا کہ ان کی طرح کوئی اس فن کا عالم نہیں۔ ہر مذہب و فرقہ کے علماء جب ان کی مجلس میں شریک

ہوتے تو ان کو کوئی نہ کوئی ایسی چیز معلوم ہوتی۔ جو ان کو پہلے سے معلوم نہ تھی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ انہوں نے کسی سے مناظرہ کیا ہو اور ناکام ہو گئے ہوں۔ جب کبھی انہوں نے کسی شرعی یا عقلی علم میں کلام کیا تو ماہرین فن سے اور اس کے مخصوص عالموں سے بڑھ گئے۔ تصنیف میں بھی ان کو یہ طولی حاصل تھا۔“

امام ابن تیمیہؒ کا پہلا درس: امام ابن تیمیہؒ کی عمر ۲۲ سال کی تھی کہ ۶۸۲ھ میں ان کے والد محترم عبدالحلیم ابن تیمیہؒ نے انتقال کیا۔ اور دارالحدیث اسکر یہ کی مسند درس خالی ہو گئی۔ اس زمانے میں دستور تھا کہ نئے استاد کی تقرری پر ان کے پہلے درس میں جلیل القدر علماء کرام عمائدین شہر اور قضاة شریک ہوتے تھے۔

امام عبدالحلیم کے انتقال کے بعد امام تقی الدین احمد بن تیمیہؒ کو دارالحدیث اسکر یہ کا شیخ الحدیث مقرر کیا گیا۔ اور آپ نے اپنی تقرری پر ۶۷۲ھ کو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پر درس دیا۔ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پر اتنے رموز و معارف بیان کئے کہ سامعین سکتے میں آ گئے۔ اور امام صاحب کے علمی تجرہ حاضر دماغی اور جرأت و فصاحت کے مصحف ہوئے۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) اس درس کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ مجیر العقول درس تھا۔ شیخ تاج الدین الطغاری نے اس کے کثیر فوائد اور لوگوں کی عام پسندیدگی کی وجہ سے اس کو اپنے قلم سے ضبط کیا۔ حاضرین نے ابن تیمیہؒ کی کم عمری اور جوانی کی بنا پر اس درس کی بڑی تعریف کی اور ان کو بہت داد دی۔ اس لئے کہ ان کی عمر اس وقت ۲۲ سال تھی۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۳ ص ۳۰۳)

اس درس میں جن جلیل القدر علمائے کرام نے شرکت کی ان کے نام یہ ہیں:

- قاضی القضاة شیخ بہاؤ الدین یوسف بن قاضی محی الدین شافعی۔ (م ۶۸۵ھ)
- شیخ الاسلام تاج الدین ابو محمد عبد الرحمان بن ابراہیم الطغاری شافعی (م ۶۹۰ھ)
- شیخ زین الدین ابو حفص عمر بن مکی شافعی (م ۶۹۱ھ)

• شیخ الحدیث زین الدین ابوالبرکات (م ۶۹۵ھ)

(امام ابن تیمیہ از کوکن ص ۷۳)

قاضی بننے کی پیشکش: امام صاحب کے علم و فضل اور ان کی شہرت و مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ ۶۹۰ھ میں جب کہ ان کی عمر ۳۰ سال کو بھی نہ پہنچی تھی قاضی القضاة کے عہدہ کی پیش کش ہوئی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اور ۶۹۱ھ میں آپ بیت اللہ کے حج کے لئے تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو ان کے علم و فضل کا زیادہ چرچا ہوا۔ (مقالات شبلی)

آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور ہنگامہ:

۶۹۳ھ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس سے امام ابن تیمیہ کی دینی حمیت اور ایمانی جذبہ کا عملی اظہار ہوا۔ دمشق میں ایک عیسائی جس کا نام عساف تھا۔ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ جب امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ شیخ الحدیث زین الدین الفارقی کو اپنے ساتھ لے کر نائب السلطنہ عز الدین ابیک سے ملے اور اس کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ نائب السلطنہ نے امام صاحب سے تحقیقات کرنے کا وعدہ کر لیا اور عساف کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ حضرت امام صاحب جب دربار سے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں عساف نظر آیا جو ایک عرب بدو کے ہمراہ آ رہا تھا۔ امام صاحب کے ساتھ کافی آدی تھے۔ ان آدمیوں نے جب ایک بدو کو عیسائی کے ساتھ آتے دیکھا تو انہوں نے عرب بدو کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو عرب بدو اس وقت عیسائی کی حمایت پر کمر بستہ ہو گیا اور مسلمانوں پر طعن و تشنیع کرنے لگا۔ اس پر مجمع مشتعل ہو گیا اور ان دونوں پر اتنے پتھر برسائے کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ جب نائب السلطنہ کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ برا فروخت ہوا۔ اور اس نے خیال کیا کہ مجمع کی یہ حرکت امام ابن تیمیہ اور شیخ زین الدین کے اشارے پر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے امام صاحب اور شیخ زین الدین کو اپنے دربار میں طلب کیا اور عیسائی عساف کو بھی بلایا۔ نائب السلطنہ نے دونوں (امام ابن تیمیہ اور شیخ زین الدین) کو زرد و کوب کیا اور اس کے بعد اس بدستہ غدارانہ کارروائی کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ عساف نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فوراً مسلمان ہو گیا اور اس کی حفاظت کی ضمانت دی گئی۔ بعد میں امام صاحب اور شیخ زین الدین کو رہا کر دیا گیا اور نائب السلطنہ نے ان سے معافی مانگی۔ اور اس زمانہ میں امام ابن تیمیہ نے اپنی مشہور کتاب الصارم "السلول الی شاتم الرسول" لکھی۔ جس میں

آپ نے قرآن و حدیث اور آثار سلف سے یہ ثابت کیا کہ شاتم الرسول کی سزا قتل ہے۔ امام صاحب نے اس کتاب میں چار پہلوؤں پر بحث کی ہے۔

(۱) نبی ﷺ کو گالی دینے والے کو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کر دینا چاہیے۔

(۲) اس کا قتل واجب ہے چاہے وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو۔ زرفدیہ لے کر یا اس کے ساتھ احسان کر کے اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔

(۳) گالی دینے والے کو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کر دینا چاہیے اس سے توبہ نہیں کرانی چاہیے اگر یہ معاملہ سلطان تک پہنچ جائے اور اس پر الزام کا ثبوت ہو جائے تو توبہ کرنے پر بھی اس کی حد ساقط نہیں ہوتی۔

(۴) نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے چاہے وہ اس کو حلال سمجھے یا حلال نہ سمجھے۔

(امام ابن تیمیہ از کوکن ص ۸۰)

### امام صاحب کے خلاف پہلی محاذ آرائی:

امام ابن تیمیہ دُرس و تدریس میں مشغول تھے اور ان کی مقبولیت و شہرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا کہ ۶۹۸ھ میں ان کے خلاف مخالفت کا آغاز ہوا۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حماة شہر کے باشندوں نے امام ابن تیمیہ کی خدمت میں ایک استفسار لکھ کر بھیجا۔ جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا۔

● الرحمن علی العرش استوی۔

● ثم استوی المني السماء

● جیسی آیات اور

● ان قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصالح الرحمن

● اور وضع الجبار قہدہ فی النار

وغیرہ احادیث کے بارہ میں علمائے کرام کی کیا تحقیق ہے۔ اور صفات کے بارہ میں

علمائے اہل سنت کا کیا مسلک ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے استفسار کا جواب قرآن مجید حدیث نبوی ﷺ و آثار سلف

اور اقوال ائمہ کی روشنی میں دیا۔ یہ جواب ”العقیدہ الجمویہ الکبریٰ“ کے نام سے مشہور ہے۔ امام



صاحب کے اس جواب سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اور جٹکھن نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”علما کا ایک گروہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مخالفت میں کھڑا ہو گیا ان کا اصرار تھا کہ وہ حنفی قاضی شیخ جلال الدین کی مجلس میں حاضر ہوں اور اس فتویٰ کے متعلق صفائی پیش کریں۔ ابن تیمیہ نے اس کو منظور نہیں کیا اس پر شہر میں منادی کرادی گئی کہ یہ فتویٰ قابل قبول نہیں۔ لیکن امیر سیف الدین نے امام ابن تیمیہ کی حمایت کی اور ان لوگوں کو طلب کیا جنہوں نے ہنگامہ کیا تھا۔ مگر ان میں سے اکثر روپوش ہو گئے۔ امیر نے منادی کرنے والوں میں سے ایک گروہ کو زد و کوب کیا جس سے باقی خاموش ہو گئے۔ جب جمعہ کا دن آیا تو شیخ اپنی عادت کے مطابق جامع مسجد میں گئے اور ”انک لعلی خلق ھظیم“ کی تفسیر بیان کی۔ اگلے روز سچہ کو وہ قاضی امام الدین الشافعی کے پاس گئے۔ اور فضلا کی ایک جماعت بھی وہاں آگئی۔ انہوں نے فتویٰ ”حمویہ“ کے بارہ میں ان سے سوال و جواب کیا۔ اور کئی مقامات کی توضیح چاہی۔ انہوں نے سب کو خاموش اور مطمئن کر دیا۔ شیخ واپس آ گئے۔ اور حالات اعتدال پر آ گئے۔“

(البدایہ والنہایہ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۵۹)

تاتاریوں کے خلاف جہاد: امام ابن تیمیہ سکون کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول تھے اور تحقیق کے جوہر دکھا رہے تھے کہ ۶۹۹ھ میں دمشق میں اطلاع پہنچی کہ تاتاری ایران و عراق پر قبضہ کرنے کے بعد شام پر حملہ کرنے والے ہیں اور ان کی فوجیں دمشق کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ تاتاری بادشاہ قازان چنگیز خاں کا پڑ پوتا تھا۔ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا اسلامی نام محمود تھا۔ لیکن سیرت و اخلاق میں تاتاری تھا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ جب تاتاریوں کی آمد کی اطلاع اہل دمشق کو ملی تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور پورے دمشق میں ایک دہشت پھیل گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اہل دمشق کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان مصر الملک الناصر شام کی حفاظت اور تاتاریوں سے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے جس سے اہل دمشق کو کچھ سکون حاصل ہوا۔ چنانچہ ۸ ربیع الاول ۶۹۹ھ کو مصری افواج دمشق میں داخل ہوئیں تو اہل دمشق نے مصری فوج کا

بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اور مسلمانوں کی فتح کی دعائیں مانگیں۔

تاتاریوں نے دمشق پر دھاوا بول دیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ مصری افواج کو شکست ہوئی اور راہ فرار اختیار کی۔ علمائے دین اور اکابرین شہر نے بھی بھاگنے کو ترجیح دی۔ اعیان اور امراء نے بھی فرار کی راہ اختیار کی۔ حالت یہ ہو گئی کہ دمشق تمام بڑے آدمیوں سے خالی ہو گیا۔ نہ کوئی حاکم تھا کہ نظم انتظام اور امن وامان بحال رکھتا نہ کوئی عالم تھا کہ وعظ و تذکیر اور پند و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھتا جس سے جو صلے بلند ہوتے اور عزائم قائم رہتے۔

لیکن ایک عالم ایسا تھا جو بے سہارا عوام کے درمیان استقلال و عزیمت کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے پائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش نہ آئی۔ اس نے بیچ کچھے مسلمانوں کو دلاسا دیا۔ اور ان کی ہمت بڑھائی اور وہ شخصیت تھی جس کو دنیا آج شیخ الاسلام والا نام بحر العلوم سید الحافظ فرید عصر علامہ الزمان ترجمان القرآن ناصر السنۃ قاطع البدعہ شیخ نقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ کے نام اور القاب سے یاد کرتی ہے۔

(صاحب السیف والقلم ص ۱۶)

امام ابن تیمیہ کی شاہ قازان سے ملاقات:

دمشق میں افراتفری کا عالم تھا۔ اور لوگوں پر خوف و ہراس طاری تھا۔ ان حالات کے پیش نظر امام صاحب نے اعیان شہر سے مشورہ کیا کہ شاہ قازان سے ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ چند علماء اور رفقاء کے ساتھ شاہ قازان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ملاقات کا اولین مقصد یہ تھا کہ وہ شاہ قازان کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ شہر میں داخل نہ ہوں۔ اور شہر کے لئے پروانہ امن حاصل کریں۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ ایک وفد لے کر شاہ قازان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ اور شاہ قازان سے ملاقات کس طرح ہوئی اور ملاقات میں شاہ قازان اور امام صاحب کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیل وفد کے رکن شیخ کمال الدین بن الانجار اس طرح بیان کرتے ہیں:

”میں شیخ (ابن تیمیہ) کے ساتھ اس مجلس میں موجود تھا وہ سلطان

(قازان) کو عدل و انصاف کی آیات و احادیث اور اللہ و رسول ﷺ کے ارشادات و احکام سناتے تھے۔ ان کی آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ اور وہ برابر سلطان کے قریب ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کے گھٹنے اس کے گھٹنے سے مل جائیں۔ سلطان کو اس سے ناگواری نہیں ہوئی۔ وہ بڑی توجہ سے کان لگائے ان کی گفتگو سن رہا تھا اور ہر متن متوجہ تھا اس پر ان کا رعب ایسا طاری تھا اور وہ ان سے ایسا متاثر تھا کہ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون عالم ہیں۔ میں نے ابھی تک ایسا عالم نہیں دیکھا اور نہ اس شخص سے زیادہ کوئی دلیر اور قوی القلب آج تک دیکھنے میں آیا ہے۔ مجھ پر ابھی تک کسی کا ایسا اثر نہیں پڑا لوگوں نے ان کا تعارف کرایا اور ان کے علمی و عملی کمالات کا تذکرہ کیا۔“

”ابن تیمیہ نے قازان سے کہا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مسلمان ہو اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ قاضی امام شیخ اور مؤذنین بھی رہا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تم نے ہم مسلمانوں پر حملہ کیا۔ حالانکہ تمہارے باپ دادا کافر ہونے کے باوجود ایسے اعمال سے محترز رہے۔ انہوں نے جو کچھ عہد کیا تھا وہ پورا کیا۔ اور تم نے جو عہد کیا وہ توڑ دیا اور جو کچھ کہا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور بندگان خدا پر ظلم کیا۔“

(الکواکب الدرر یہ بحوالہ صاحب السیف والعلم ص ۲۹)

اس تقریر کے بعد امام ابن تیمیہ جس طرح عزت اور سر بلندی کے ساتھ شاہ قازان کے دربار میں تشریف لے گئے تھے اسی جلال و اکرام کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔ شاہ قازان سے امام صاحب کی ملاقات کی روئے اوفد کے ایک دوسرے رکن قاضی ابو العباس اس طرح بیان کرتے ہیں:

”سلطان قازان کے دربار میں امام ابن تیمیہ جلوہ افروز تھے تو دسترخوان چٹا گیا۔ وفد کے ارکان نے کھانا کھایا۔ لیکن ابن تیمیہ نے کھانا نہیں کھایا۔“

امام صاحب سے پوچھا گیا۔

آپ کھانا کیوں نہیں تناول فرماتے؟

ارشاد فرمایا:

”اے سلطان میں تیرا کھانا کس طرح کھا سکتا ہوں۔ یہ کھانا دہی تو ہے جو لوگوں کو لوٹ کر تیار کیا گیا ہے۔ یہ جو کچھ پکا ہوا سامنے موجود ہے۔ یہ انہی درختوں کی ٹہنیوں پر پکایا گیا ہے۔ جو ازراہ ظلم جور کائے گئے ہیں۔ قازان نے سر جھکا لیا۔ پھر امام صاحب سے استدعا کی۔ امام صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

”اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ قازان نے اس لئے تلوار اٹھائی ہے کہ تیرا کلمہ بلند ہوا اور تیرے راستہ میں جہاد کرے تو پھر اس کی مدد کیجئے۔ اسے اپنی نصرت سے نوازو۔ لیکن اگر یہ جنگ زرگری میں جھلا ہے یہ دنیا اور ناپادشاہت اور توسیع مملکت کے لئے برسر پیکار ہے تو پھر اس سے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔“

حالت یہ تھی کہ امام صاحب دعا کر رہے تھے۔ اور قازان کے منہ سے بے ساختہ آئین نکل رہا تھا۔ اور ہم اس خوف سے دامن سیٹھے بیٹھے تھے۔ کہ امام صاحب کی گردن ضرور اڑادی جائے گی اور خون کے چھینٹے ہمارے لباس پر پڑیں گے۔ پھر جب ہم شاہ قازان کے دربار سے اٹھ کر باہر آئے تو ہم نے امام صاحب سے کہا۔

”آپ نے تو ہماری سب کی جان ہی لے لی تھی۔ بس سدھاریے ہم آپ کے ساتھ نہیں جاتے۔“

امام صاحب نے فرمایا:

”میں خود آپ حضرات کے ساتھ جانے کو تیار نہیں۔ جائے تشریف لے جائیں چنانچہ ہم لوگ چل کھڑے ہوئے۔ اور امام صاحب پیچھے رہ گئے۔“

امام صاحب کے اس کارنامہ پر شہر کے مردوں اور عورتوں نے غریب و امیر نے استقبال کی اور ہم لوگوں کا انہوں نے استقبال کیا کرنا تھا وہ درست بتائی کہ ہم سب کے کپڑے تک پھاڑ دیے۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۸۰)

اس کے بعد اگرچہ تاتاریوں کی طرف سے اہل دمشق کو پروا نہ آئی تھی۔ لیکن شہر میں کھل سکون نہ تھا۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ گرانی حد سے بڑھ گئی۔ شریف خاندانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر امام صاحب نے دوبارہ شاہ قازان سے ملاقات کرنی چاہی۔ لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ اس کے بعد شاہ قازان واپس چلا گیا۔ اور جاتے ہوئے یہ پیغام دے گیا کہ اگلے سال ہم دوبارہ آئیں گے اور شام کے ساتھ مصر بھی فتح کریں گے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۵ ص ۵۷)

تاتاریوں کی دوبارہ آمد اور اعلان جہاد اور امام ابن تیمیہ کا سلطان مصر کے سامنے اعلیٰ کلمۃ الحق:

۷۰۰ھ شروع ہی ہوا تھا کہ تاتاریوں کی دوبارہ آمد کی اطلاع دمشق پہنچی۔ لوگ حواس باختہ ہو گئے اور ان پر خوف و ہراس پھیل گیا اور افراتفری کا شکار ہونے لگے۔ لوگوں نے تاتاریوں کے ظلم و ستم کی وجہ کے خوف سے دمشق سے بھاگنا شروع کر دیا۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ دمشق سے نقل مکانی کرنے لگے۔

امام ابن تیمیہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپ نے جامع مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور بھاگنے سے منع فرمایا۔ اور قرآن مجید کی اس آیت:

”اور جس نے اس قدر بدل لیا۔ جس قدر اس کو تکلیف دی گئی تھی۔ پھر اس پر زیادتی کی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔“ (الحج ۶۰)

کی تفسیر کرتے ہوئے ایسی دلنشین تقریر کی کہ لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حکومت کی طرف سے بھی اعلان ہوا کہ بغیر حکومت کی اجازت کے کوئی شخص شہر چھوڑ نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ یہ خبر بھی ملی کہ

سلطان مصر اپنا لشکر لے کر تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے آرہا ہے جس سے دمشق کے لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوا۔ لیکن یہ کیفیت بہت مختصر رہی۔

تقریباً ۳ ماہ بعد تاتاریوں کی آمد کی خبر پھر گرم ہوئی تو دمشق میں جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ یہ خبر بھی ملی کہ سلطان مصر قاہرہ سے روانہ ہو چکا ہے مگر فوراً ہی یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے مصر آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔ جس سے لوگ بہت ہی خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ نائب السلطنت شام اور بعض عمائدین شہر نے امام ابن تیمیہ سے درخواست کی کہ وہ خود قاہرہ جائیں اور سلطان مصر کو تاتاریوں سے مقابلہ اور شام کی حفاظت کے لئے آمادہ کریں۔ چنانچہ امام صاحب نے نائب السلطنت شام اور عمائدین شہر کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور آپ دمشق سے قاہرہ تشریف لے گئے اور سلطان سے ملاقات کر کے تاتاریوں سے مقابلہ اور دمشق کی حفاظت کے لئے بات چیت کی اور واضح الفاظ میں فرمایا:

”اگر تم نے شام کی اس مصیبت میں اس کا ساتھ نہ دیا اور اس کی امداد و اعانت اور تائید و حمایت سے دامن پھرایا تو ہم اپنا کوئی دوسرا فرما نہ منتخب کر لیں گے جو ہماری حفاظت کرے گا ہمارے لئے سینہ سپر رہے گا اور امن و امان کے زمانہ میں اپنی محنت کا پھل کھائے گا۔ اور ہاں کان کھول کر سن لو! اگر تم اہل شام کے سلطان و حکام نہ بھی ہوتے تو بھی واجب تھا کہ تم ان کی امداد و اعانت کرتے۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم شام کے حاکم اور صاحب امر بنے ہوئے ہو وہاں کے لوگ تمہاری رعایا ہیں تم ہر طرح ان کے ذمہ دار اور مسئول ہو۔ پھر بھی چپ چاپ بیٹھے ہو۔“

(حیات ابن تیمیہ ص ۸۴)

چنانچہ سلطان مصر امام صاحب کی بعیرت اور ایمان افروز تقریر سے بہت متاثر ہوا۔ اور دمشق جانے اور تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس نے مصری فوجوں کو دمشق کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ اتنے میں یہ خبر ملی کہ تاتاری دمشق کے قریب آ گئے ہیں۔ اس عرصہ میں امام ابن تیمیہ بھی مصر سے دمشق پہنچ گئے اور انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ سلطان مصر صریح افواج آرہا ہے۔ دوسری طرف یہ اطلاع ملی کہ تاتاری فوجیں واپس ہو گئی ہیں۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ

سامان رسد بہت کم اپنے ساتھ لائے تھے۔ انہیں یہ امید تھی کہ شام کی زر خیز زمینوں سے انہیں کافی وافر مقدار میں سامان رسد مل جائے گا مگر بارش کی وجہ سے تاتاریوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا، فصلیں تباہ ہو گئیں اور راستے بارش کی وجہ سے دلدل بن گئے اور اس کے بعد شدید برف باری شروع ہو گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۶)

تاتاریوں سے فیصلہ کن جنگ اور ابن تیمیہ کا کارنامہ:

رجب ۷۰۲ھ میں یہ اطلاع ملی کہ اس مرتبہ تاتاریوں کا پکا ارادہ ہے کہ وہ شام پر حملہ آور ہوں۔ لوگوں میں اس خبر سے اضطراب پیدا ہوا اور وہ محفوظ مقامات کی طرف بھاگنے لگے۔ جب سلطان مصر کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ اپنی فوجوں کے ساتھ دمشق پہنچ گئے۔

اب کی بار پہلے کی طرح ابن تیمیہ نے لوگوں کی ہمت بڑھانے اور حوصلہ بلند رکھنے کی پوری کوشش کی۔ امام صاحب کو اس مرتبہ فتح و نصرت کا پورا یقین تھا اور لوگوں سے فرماتے کہ ہم مظلوم ہیں اور مظلوم کی ضرورت دہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جس پر زیادتی کی جائے گی اس کی اللہ تعالیٰ ضرورت دکرے گا۔“ (ارج ۶۰)

اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہماری فتح یقینی ہے اور ہم ضرور کامیاب و کامران ہوں گے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

اس وقت بعض شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے یہ سوال اٹھایا کہ تاتاری بہر حال مسلمان ہیں اس لئے ان سے جنگ کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ وہ نہ کافر ہیں اور نہ باغی ہیں امام ابن تیمیہ نے فرمایا:

تاتاری خوارج کے حکم میں ہیں۔ خوارج نے حضرت علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اپنے آپ کو خلافت و حکومت کا زیادہ حق دار گردانتے تھے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کرتے تھے۔ لوٹ مار کرتے تھے۔ افعال شعیہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ اس لئے تاتاریوں کے خلاف جنگ کرنا جہاد ہے۔

امام ابن تیمیہ کی اس توضیح سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا اور نکتہ سمجھ میں آ گیا۔

۲ رمضان ۷۰۲ھ کو شامی و مصری فوجوں سے تاتاری فوجوں کا معرکہ ہوا۔

امام ابن تیمیہ نے فتویٰ دیا کہ:

سامان رسد بہت کم اپنے ساتھ لائے تھے۔ انہیں یہ امید تھی کہ شام کی زر خیز زمینوں سے انہیں کافی وافر مقدار میں سامان رسد مل جائے گا مگر بارش کی وجہ سے تاتاریوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ فصلیں تباہ ہو گئیں اور راستے بارش کی وجہ سے دلدل بن گئے اور اس کے بعد شدید برف باری شروع ہو گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۳۱)

تاتاریوں سے فیصلہ کن جنگ اور ابن تیمیہ کا کارنامہ:

رجب ۷۰۲ھ میں یہ اطلاع ملی کہ اس مرتبہ تاتاریوں کا پکارا ارادہ ہے کہ وہ شام پر حملہ آور ہوں۔ لوگوں میں اس خبر سے اضطراب پیدا ہوا اور وہ محفوظ مقامات کی طرف بھاگنے لگے۔ جب سلطان مصر کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ اپنی فوجوں کے ساتھ دمشق پہنچ گئے۔

اب کی بار پہلے کی طرح ابن تیمیہ نے لوگوں کی ہمت بڑھانے اور حوصلہ بلند رکھنے کی پوری کوشش کی۔ امام صاحب کو اس مرتبہ فتح و نصرت کا پورا یقین تھا اور لوگوں سے فرماتے کہ ہم مظلوم ہیں اور مظلوم کی ضرورت مدد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جس پر زیادتی کی جائے گی اس کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا۔“ (الحج ۶۰)

اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہماری فتح یقینی ہے اور ہم ضرور کامیاب و کامران ہوں گے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

اس وقت بعض شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے یہ سوال اٹھایا کہ تاتاری بہر حال مسلمان ہیں اس لئے ان سے جنگ کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ وہ نہ کافر ہیں اور نہ باغی ہیں امام ابن تیمیہ نے فرمایا:

تاتاری خوارج کے حکم میں ہیں۔ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اپنے آپ کو خلافت و حکومت کا زیادہ حق دار گردانتے تھے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کرتے تھے۔ لوٹ مار کرتے تھے۔ افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ اس لئے تاتاریوں کے خلاف جنگ کرنا جہاد ہے۔

امام ابن تیمیہ کی اس توضیح سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا اور کتہہ سمجھ میں آ گیا۔ ۲ رمضان ۷۰۲ھ کو شامی و مصری فوجوں سے تاتاری فوجوں کا معرکہ ہوا۔

امام ابن تیمیہ نے فتویٰ دیا کہ:



﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ﴾

(ترجمہ) (تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدلے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔) (صحیح مسلم مشکوٰۃ مترجم ج ۵ ص ۳۸۵)

امام صاحب تاتاریوں سے فرصت پا کر پوری سرگرمی کے ساتھ درس و تدریس کتاب وسنت کی اشاعت اور شرک و بدعت و محدثات کی تردید کے لئے سرگرم عمل ہو گئے اور آپ کی زندگی کا اوّلین مقصد یہ تھا کہ کتاب وسنت کی اشاعت کی جائے۔ اور شرک و بدعت اور تحدیثات کا قلع قمع کیا جائے اس زمانہ میں مسلمانوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے اختلاط اور فاسد العقیدہ اور جاہل عقیدوں کی تعلیم ایسے اعمال آگئے تھے جن کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ امام صاحب نے شرک و رسوم اور بدعات کے خلاف آواز بلند کرنی شروع کی۔ آپ نے شرک و بدعت کے خلاف سب سے پہلے عملی قدم یہ اٹھایا کہ دمشق کے نواح میں نہر قلوٹ کے کنارے ایک چٹان تھی جس کی زیارت کے لئے مسلمان جاتے تھے اور وہاں جا کر نذر و نیاز بھی کرتے تھے۔ امام صاحب چند مزدوروں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور اس کو پاش پاش کر کے ختم کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ایک بڑے فتنے سے بچالیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۳۳)

فتنہ عقائد: قرآن مجید میں ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخرت قضاوت و ربیعت بعد الموت اور جزاء و سزا پر ایمان لائے۔ کیونکہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ مسلمانوں کے تمام اعمال کی بنیاد انہی عقائد پر ہے۔ اگر ان پر ایمان نہ لایا جائے تو تمام اعمال بیکار تصور ہوں گے۔

قرآن مجید میں ایمان کے ساتھ عمل پر بھی بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور عقائد کی صرف انہی باتوں کو بار بار دہرایا گیا ہے جو انسان کے دل و دماغ اور اس کی عبادت اور اعمال و اخلاق کی اصلاح اور درستی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ کہ عام لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیں۔

امام صاحب نے یہودیت، نصرانیت کی تردید کے ساتھ شرک و بدعت کی بھی تردید کی۔ اور شیعہ عقائد کو بھی واضح کیا۔ صوفیا پر بھی تنقید کی اور کتاب و سنت کی روشنی میں صوفیا کے عقائد کو واضح کیا۔ صوفیا کی ایک جماعت شیخ محی الدین ابن عربی کو متفق اور امام شرب توحید مانتی تھی۔ امام ابن تیمیہ نے ابن عربی کی ”فتوحات مکیہ“ اور ”نصوص الحکم“ کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے عوام کے سامنے ابن عربی کے مسلک کو واضح کیا۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”ابن عربی اور ان کے متبعین کا مسلک یہ ہے کہ جو ایک ہی ہے وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کا وجود خالق کا وجود ہے۔ وہ دو متضاد وجودوں کے قائل نہیں۔ جن میں سے ایک دوسرے کا خالق ہو۔ بلکہ لکھتے ہیں کہ خالق ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی خالق ہے۔ وجود میں رب و عبد کی کوئی تفریق نہیں۔ وہاں نہ کوئی خالق ہے نہ مخلوق وہاں نہ کوئی دائمی ہے نہ مجیب و جود کا جب اعیان پر فیضان ہوا اور اس نے اس کے اندر ظہور کیا تو اعیان کی حیثیت سے اس میں تنوع اور تفریق پیدا ہوئی۔ جیسے کہ روشنی مختلف الالوان شیشوں میں مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ گو سالہ پرستوں نے درحقیقت خدا ہی کی پرستش کی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو جو نوح کا تھا تو اس بات پر انہوں نے گو سالہ پرستی کی (جو دراصل خدا پرستی تھی)۔ اس لئے کہ موجود تو ایک ہی ہے۔ مخالفت کیوں کی۔ ان کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام ان عارفین میں سے تھے جو ہر چیز میں حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرعون اپنے اس دعویٰ میں برسر حق تھا کہ اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا غُلٰی بلکہ وہ عین حق تھا۔“

صاحب نصوص الحکم کا کہنا ہے کہ فرعون کو چونکہ تکوینی طور پر منصب حکومت حاصل تھا۔ اور وہ صاحب وقت تھا۔ تو اس نے بجا طور پر اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا غُلٰی کہا۔ اس لئے کہ جب سب کسی نہ کسی نسبت سے ارباب ہیں تو میں ان میں سے اعلیٰ ہوں۔ کیوں کہ مجھے ظاہر میں تم پر حکومت کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جادو گروں کو جب فرعون کی صداقت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ اس کا اعتراف کیا اور کہا:

﴿فَاَقْبَضْ مَانَتْ فَاَضْ اِنَّمَا تَقْبِضُنِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

ترجمہ: (جو تمہیں فیصلہ کرنا ہے کرو۔ تم اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتے ہو)

اس لئے فرعون کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا غُلٰی اگرچہ فرعون عین حق پر

تھا۔

ابن عربی حضرت نوح علیہ السلام پر تنقید کرتے ہیں۔ اور ان کی کافر قوم کی تصویب و تعظیم جنہوں نے پتھروں کی پرستش کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ان (بت پرستوں میں) درحقیقت اللہ ہی کی عبادت کی تھی۔ اور یہ طوفان دراصل معرفت الہی کی طفیلی اور اس کے سمندر کا جوش تھا۔ جس میں وہ غرق ہوئے۔ (الفرقان بین الحق والباطل ص ۱۲۷ بحوالہ تاریخ دعوت و مزیت ج ۵ ص ۷۴-۷۵)

یہاں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابن تیمیہ کے زمانہ میں عقیدہ وحدۃ الوجود میں غلو پیدا ہو گیا تھا۔ لوگ اس سلسلہ میں عقل و اخلاق کی حدود بھلا گئے تھے اور ایک بحرانی سے کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

امام صاحب اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں کہ:

”اس سلسلہ میں ایک جماعت (جس کو علم کلام فلسفہ اور تصوف سے واقفیت تھی) بہت زیادہ گمراہ ہوئی۔ ان میں ابن سبعین صدر الدین تونسوی (تلمیذ ابن عربی) اور جہانی اور تلمسانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں تلمسانی اس مسئلہ کے علم و معرفت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ مذہب وحدۃ الوجود کا صرف قائل ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس پر عامل بھی تھا چنانچہ شراب پیتا تھا اور عہدات کا ارتکاب کرتا تھا۔ (کہ جب موجود ایک ہے تو حلال و حرام کی تفریق کیسی) مجھ سے ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ وہ تلمسانی سے فصوص الحکم کا درس لیتے تھے۔ اور اس کو اولیاء اللہ اور عارفین کا کلام سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے فصوص کو پڑھا اور دیکھا کہ اس کے مضامین تو قرآن شریف کے صریح مخالف ہے۔ تو انہوں نے تلمسانی سے کہا۔ یہ کلام تو قرآن شریف کے مخالف ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ قرآن تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ رب و عبد کے درمیان فرق کرتا ہے۔ تو حید تو ہمارے کلام میں ہے اس کا یہ بھی مقولہ ہے کہ کشف کے ذریعہ وہ بھی ثابت ہوا۔ جو صریح عقل کے خلاف ہے۔“

(الفرق بین الحق والباطل ص ۱۲۵)

امام صاحب نے صوفیاء کے عقائد کے بارے میں کئی ایک رسالے لکھے جن میں ان کے عقائد قلمی کھول کر رکھ دی۔ چنانچہ نام نہاد صوفیاء میں کھلی گئی۔ امام ابن تیمیہ نے کتاب و سنت آثار سلف اور اقوال ائمہ کی روشنی میں صوفیاء کے عقائد پر تنقید کی۔ چنانچہ آخر صوفیاء نے امام صاحب کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔

امام ابن تیمیہ نے بدعات، منکرات اور محدثات کے خلاف جو ہم چلائی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں کامیاب و کامران کیا۔ خاص کر ان شعبہ ہائے صوفیوں کا قلع قمع کیا جو درپردہ یا علی الاعلان تاتاریوں سے ملے ہوئے تھے اور انہوں نے شام پر حملہ کے دوران تاتاریوں کا ساتھ دیا تھا۔

امام ابن تیمیہ کا دور ابتلاء: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بڑے سکون و اطمینان سے دین اسلام کی اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توحیح اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول تھے کہ حاسدین نے آپ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ حاسد آپ کے خلاف شروع ہی سے برسر پیکار تھے۔ کیونکہ آپ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تھے۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ یہ لوگ امام صاحب کا کسی بھی محاذ پر مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے درپردہ آپ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلایا۔ مخالفین میں علانے کرام بھی تھے جو علم و فضل کے اعتبار سے امام صاحب کے مقابلہ میں عشر عشر بھی نہ تھے۔ جاہل صوفیاء کا گروہ بھی تھا جن کے عزائم کو امام صاحب نے لمبا میٹ کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں مخالفت کی ایک وجہ اور بھی تھی کہ امام ابن تیمیہؒ کی شہرت و مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ چکا تھا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے حاسدین اور مخالفین نے آپ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانے کا پروگرام بنایا:

مخالفین میں سرفہرست جاہل صوفیاء کا گروہ تھا۔ جن کی مخالفت میں امام صاحب سرگرم عمل تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

”شیخ تقي الدين (ابن تیمیہ) سے فقہاء کی ایک جماعت جلا کرتی تھی۔ اس لئے کہ وہ حکومت کی نگاہ میں وقار کے حامل تھے۔ عوام ان کے ارشادات پر تسلیم فرم کر دیتے تھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ

تن تھا انجام دینا ان کا شعار تھا۔ اس کے باعث وہ لوگوں میں مقبول

تھے۔ ان کے قہقہوں کی تعداد شمار سے خارج تھی۔ ان کی حیثیت دینی اور علم

عمل سے انہیں محسوس بنا دیا تھا۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۳۷)

سلطان مصر سے شکایت: مخالفین جن میں ابن عربی کے قہقہوں زیادہ تھے سلطان مصر سے

شکایت کی کہ امام ابن تیمیہ شیخ ابن عربی پر بر ملا تنقید کرتے ہیں ان کی قدر و منزلت کو گھٹاتا ہے ہیں

اور ان کے افکار و آراء کا تار پور کھیر رہے ہیں۔ اس لئے ہماری آپ سے استدعا ہے۔ کہ امام

صاحب کو ان پر کٹہ چینی اور تنقید کرنے سے روکا جائے۔

مصر طلبی: صوفیا کی درخواست جب سلطان مصر کے پاس پہنچی تو اس نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو

قاہرہ طلب کیا۔ ۵ رمضان المبارک ۷۰۵ھ کو امام صاحب کو طلبی کی اطلاع ملی۔ آپ مصر روانہ

ہو گئے۔ اور ۲۲ رمضان کو آپ مصر پہنچ گئے آپ کے مصر پہنچنے سے پہلے سلطان مصر مخالفین کی

شکایت پر قاضی القضاة بدرالدین بن جملہ الشافعی کو یہ حکم دے چکا تھا کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کر

کے فیصلہ کریں اور اس کے بعد مجھے رپورٹ دیں۔

۱۰ اشوال منکل کے روز قاہرہ میں ایک مجلس نہا کرہ ہوئی۔ اس مجلس میں بہت سے

علمائے کرام شامل تھے۔ شافعی عدالت کے سامنے امام ابن تیمیہ کے خلاف الزامات کی فہرست

پیش کی گئی اور عدالت سے انصاف کا مطالبہ کیا گیا۔ امام صاحب نے ان سب الزامات کی تردید کی

اور ایک ایک الزام کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیا۔ یہ جواب اتنے مدلل تھے کہ

مدعی کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اب قاضی القضاة ابن جملہ اور دوسرے اصحاب میں

اختلاف پیدا ہوا کہ امام ابن تیمیہ نے ہم سب کو خاموش کر دیا ہے۔ لیکن مخالفت برائے مخالفت

کے اصول پر پیش نظر ابن جملہ کا موقف یہ تھا کہ امام ابن تیمیہ کو سزا ضرور ملنی چاہیے۔ لیکن

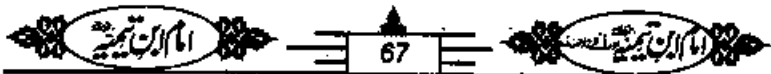
دوسرے علماء کا موقف یہ تھا کہ جب الزامات ہی ثابت نہیں ہوئے تو پھر سزا کیسی۔ چنانچہ کوئی فیصلہ

نہ ہو سکا۔ (امام ابن تیمیہ ص ۳۳۵)

دو بارہ شکایت: جب اس مجلس میں مخالفین کا میاب نہ ہو سکے تو انہیں بہت تشریح ہوئی کہ ہمارا

دار خالی گیا ہے اس لئے اب انہوں نے دوبارہ سلطان مصر سے شکایت کی اور امام صاحب کے

بارے میں تین شرطیں پیش کیں۔



(۱) وہ قاہرہ سے دمشق چلے جائیں اور وہاں مشروط زندگی بسر کریں۔

(۲) قاہرہ سے اسکندریہ چلے جائیں اور وہاں مشروط زندگی بسر کریں۔

(۳) اگر دونوں شرطیں منظور نہیں تو پھر جیل چلے جائیں۔

امام صاحب کو جب ان شرائط سے آگاہ کیا گیا۔ تو آپ نے تیسری شرط کو منظور کر لیا۔ چنانچہ امام صاحب کو جیل بھیج دیا گیا۔ امام صاحب کے جیل جانے سے مصر میں حتابلہ پر آفت آگئی اور ان کو ہر طریقہ سے پشیمان کرنے اور اہانت آمیز سلوک کرنا شروع کر دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”امام ابن تیمیہ کے جیل جانے سے دیار مصر میں حتابلہ کو بہت زیادہ

اہانت زلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا تھا۔“ (البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۲۸)

امام صاحب کو جیل میں تمام سہولتیں فراہم کی گئیں۔ خدام کو ان کے ساتھ رہنے کے اجازت دی گئی۔ ہر شخص ان کے پاس آنے جانے کا مجاز تھا۔ لوگ ان سے فتویٰ حاصل کرنے کے لئے جاتے۔ اور آپ ان کے فتوؤں کا جواب لکھ کر ان کے حوالے کرتے تھے۔ کئی لوگ دعا و برکت کے حصول کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کے لئے دعائے خیر کرتے تھے۔ غرضیکہ امام صاحب کو جیل میں ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔ کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی لاحق نہ تھی۔

(مقالات شبلی ج ۵ ص ۷۲)

مشروط رہائی کی پیشکش: امام صاحب کو جیل گئے ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر گیا تو بعض علمائے کرام اور فقہائے عظام نے آپس میں یہ صلاح مشورہ کیا کہ امام ابن تیمیہ کو رہا کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن رہائی سے پہلے چند شرائط کا طے ہونا ضروری ہے۔ اور وہ شرائط یہ ہیں کہ امام صاحب اپنے عقائد سے رجوع کا اعلان کریں تو ہم سلطان مصر سے ان کی رہائی کی درخواست کریں گے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ لیکن آپ نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور جواب میں فرمایا:

﴿الْبِسْجُنُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَمَا يَذْعُونَنِي إِلَيْهِ﴾

ترجمہ: (یہ لوگ جس طرف مجھے بلا رہے ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل کی زندگی زیادہ

مرغوب ہے۔)

امام صاحب کو جیل گئے ہوئے ۱۸ ماہ گزر گئے۔ لیکن آپ نے مشروط رہائی کو منظور نہ کیا۔

آخر ایک عرب امیر "ابن عینی" کی کوشش سے غیر مشروط رہائی ملی۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۱۱۵)  
دو بارہ اسیری: رہائی کے بعد امام صاحب کا مصر میں طویل قیام کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔ حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے کہ امام صاحب کا مصر میں قیام طویل ہو گیا اور اس قیام کے دوران آپ نے درس و تدریس، دعوت و ارشاد اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اس دوران آپ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ مصر میں جو گروہ سب سے زیادہ قوی اور توانا ہے۔ وہ صوفیا کا گروہ ہے۔ یہ لوگ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ یہ لوگ موجود اور وجود خالق اور مخلوق میں کسی میں تفریق کے قائل نہیں تھے۔

چنانچہ امام صاحب نے ان صوفیاء کے عقائد باطلہ کی تردید کرنی شروع کی۔ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں بدلائل ثابت کیا کہ ایسے خیالات فاسدہ کا حامل شخص دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حاسدین اور مخالفین نے دوبارہ سلطان مصر سے شکایت کی کہ امام ابن تیمیہ پھر شیخ ابن عربی پر تنقید کر رہے ہیں۔ چنانچہ سلطان نے دوبارہ امام صاحب کو اسیر زنداں کروا دیا اور ایک سال تک آپ اسیر زنداں رہے۔

اسکندریہ میں جلی: ایک سال جیل میں رہنے کے بعد سلطان مصر نے امام صاحب کی رہائی کا حکم صادر کیا اور اس کے ساتھ یہ حکم بھی امام صاحب کو ملا کہ وہ میرے پاس اسکندریہ تشریف لائیں۔ چنانچہ امام صاحب قاہرہ سے اسکندریہ روانہ ہوئے۔ جب آپ اسکندریہ پہنچے تو سلطان مصر نے خود چند قدم آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ سلطان کے ساتھ مصر و شام کے جید علمائے کرام اور قضاة بھی تھے۔

قاضی جمال الدین ابن انطلسی نے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے امام ابن تیمیہ کی آمد اور استقبال کا چشم دید واقعہ بیان کیا۔ جس کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ قاضی جمال الدین بیان کرتے ہیں:

”جس وقت سلطان کو اطلاع ملی کہ ابن تیمیہ پہنچ گئے ہیں وہ ہر آدھ کھڑا ہو گیا اور ایوان سلطنت کے کنارے تک چل کر آیا۔ وہاں دونوں کی

ملاقات اور معائنہ ہوا۔ سلطان ابن تیمیہؒ کو لئے ہوئے قصر شاہی کی اس منزل کی طرف آیا۔ جس کی گھڑی باغ کی طرف کھلتی ہے۔ وہاں دونوں ایک گھڑی بیٹھے ہاتھیں کرتے رہے۔ پھر دونوں دربار کی طرف اس ہیئت سے آئے کہ شیخ کا ہاتھ سلطان کے ہاتھ میں تھا۔ سلطان بیٹھ گیا۔ اس کے دائیں جانب ابن جمانہ (قاضی مصر) اور بائیں طرف ابن الخلی وزیر سلطنت تھا۔ ابن تیمیہؒ سلطان کے سامنے اس کی مسند کے پاس بیٹھے تھے۔ وزیر سلطنت نے اس وقت درخواست دی کہ اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) کو سفید عماموں کے استعمال کی اجازت حسب دستور سابق دی جائے۔ انہوں نے خزانہ شاہی کو سات لاکھ سالانہ کی پیشکش کی ہے۔ یہ موجودہ ٹیکس کے علاوہ ہوگا۔ اس وقت مجلس پر سکوت طاری تھا۔ قضاة کا بڑا علماء سب موجود تھے۔ ان میں علامہ ابن الزمکانی بھی تھے۔ سلطان نے قضاة علماء کی طرف خطاب کر کے فرمایا آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں؟ اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابامام ابن تیمیہؒ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور بڑے جوش و غصہ کے ساتھ گفتگو کرنی شروع کی اور وزیر پر سختی سے جرح کی۔ ان کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اور سلطان ان کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس وقت امام ابن تیمیہؒ نے اس طرح گفتگو کی کہ کوئی دوسرا شخص اس کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے سلطان کو خطاب کر کے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے اس پہلے دربار کا افتتاح اس کاروائی سے ہو کہ آپ فانی دنیا کی حقیر منفعت کے لئے اہل ذمہ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتنا بڑا احسان کیا کہ آپ کو کھوئی ہوئی سلطنت دلا دی۔ آپ کے دشمن کو ذلیل و خوار کیا اور حریفوں پر آپ کو فتح دی۔ سلطان نے سن کر یہ کہا کہ یہ قانون تو جاشکر کا بنایا ہوا ہے امام ابن تیمیہؒ نے کہا یہ تو آپ ہی کے فرمان سے ہوا ہے جاشکر تو آپ کا نائب تھا۔ سلطان کو ابن تیمیہؒ کی حق گوئی پسند آئی



اور یہ قانون بدستور رہا۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۷۴)

قاہرہ واپسی: امام ابن تیمیہ اسکندریہ سے واپس قاہرہ تشریف لائے اور دوبارہ درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ وعظ و تبلیغ کے ذریعہ دین اسلام کی نشرو اشاعت میں ہمتن منہمک ہوئے۔ امام صاحب کا قاہرہ میں قیام کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن اب آپ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور قاہرہ میں طویل قیام کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ خط لکھ کر دمشق سے بہت سی کتابیں منگوائیں۔ اس کے بعد ہمتن درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔

دمشق واپسی: ۱۲۷۱ھ میں سات سال بعد امام ابن تیمیہ قاہرہ (مصر) سے واپس دمشق تشریف لے گئے۔ سلطان مصر آپ کے ساتھ تھا۔ اہل دمشق نے سلطان اور امام صاحب کا الہانہ استقبال کیا۔ دمشق واپس پہنچ کر امام صاحب حسب سابق اپنے کام درس و تدریس و دعوت و ارشاد تصنیف و تالیف اور وعظ و تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ (امام ابن تیمیہ از کوکن ص ۳۶۴)

آخری اسیری: ۱۲۷۱ھ تا ۱۲۷۶ھ امام ابن تیمیہ پوری آزادی کے ساتھ درس و تدریس و دعوت و ارشاد و وعظ و تبلیغ اور افتاء میں مشغول رہے۔ اس عرصہ میں زیادہ تر تدریس کی طرف متوجہ رہے اور اس کے ساتھ اپنی بعض تصنیفات پر نظر ثانی بھی کی۔

امام صاحب اپنے علمی کاموں میں مصروف تھے۔ کہ مخالفین اور حاسدین نے آپ کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اس ہنگامہ کی وجہ آپ کا فتویٰ ”زیارۃ القبور“ تھا جو آپ نے ۷۸۱ھ میں نقل دیا تھا۔

آپ کا فتویٰ یہ تھا:

کسی قبر کی زیارت کے لئے خواہ وہ قبر انور ہو علی صاحبہ الف الف صلوة و سلام۔ اہتمام سے سفر کر کے جانا (جس کو عربی میں شدر حال کہتے ہیں) جائز نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے:

﴿لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد المسجد الحرام و مسجدی

هذا و المسجد الاقصی﴾

(ترجمہ) (کھادے نہ کے جائیں اہتمام سے سفر نہ کیا جائے، مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد

حرام ”خانہ کعبہ“ میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ ”بیت المقدس“

امام ابن تیمیہ دمشق میں تھے۔ اور آپ کے مخالفین آپ کے خلاف سازش معر میں کر رہے تھے۔ مخالفین نے فتویٰ کواٹ پلٹ کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے بغیر تحقیق کے امام صاحب کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ سلطان مصر کا فرمان دمشق پہنچا۔ امام صاحب کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

”میں تو اس کا شکر تھا اس میں بڑی خیر اور مصلحت ہے۔“

اس کے بعد امام صاحب کو دمشق کے قلعہ میں محبوس کر دیا گیا۔ اور قلعہ کا ایک کمرہ ان کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ امام صاحب کو اس کی بھی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے بھائی زین الدین عبدالرحمان بن عبدالحلیم کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ امام صاحب کے ساتھ ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم کو بھی اسیر زنداں کیا گیا۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۱۵۰)

جیل میں ابن تیمیہ کے مشاغل: عرصہ دراز کے بعد امام صاحب کو سکون و اطمینان اور یکسوئی نصیب ہوئی۔ چنانچہ امام صاحب عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور اس کے ساتھ اپنے افکار و آراء کی تنقیح و تدوین کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی۔ تفسیر قرآن کے متعلق متعدد پہلوؤں پر آپ نے خامہ فرسائی کی۔ اس کے ساتھ آپ کے پاس جیل میں استشارات آتے تو امام صاحب ان کا بھی جواب لکھ دیتے تھے۔

مخالفین اور حاسدین نے آپ کو جیل میں بھی سکون سے وقت گزارنے نہ دیا۔ امیر دمشق سے شکایت کر کے امام صاحب کو تحریر و مطالعہ سے محروم کر دیا گیا۔ اور قلم دوات اور کتابیں وغیرہ سب ضبط کر لی گئیں۔ یہی مصیبت کیوں نازل ہوئی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”امام صاحب پر اس نئی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ مسئلہ زیارۃ القبور کے سلسلہ میں انہوں نے مالکی قاضی ابن اختائی کے مرحومات کی تردید کی تھی اور ثابت کر دیا تھا کہ یہ شخص نہایت جاہل ہے۔ اس کی متاعِ علم بالکل ناقابل التفات ہے۔ اختائی نکتہ چینی برداشت نہ کر سکا۔ بادشاہ کے پاس شکایت لے کر پہنچا۔ بادشاہ نے حکم صادر کر دیا کہ تحریر و مطالعہ کا سامان واپس لے لیا جائے۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔“

(البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۳۳)

زندگی کے آخری دن اور وفات: امام ابن تیمیہؒ جب جیل گئے۔ تو تعینفات و تالیف کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت اور تلاوت قرآن مجید میں بھی مشغول رہتے تھے۔ امام صاحب کے بھائی زین الدین عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ نے میرے ساتھ قرآن مجید کے ۸۰ دور ختم کئے۔ اور جب ۸۱ مرتبہ سورۃ القمہ کی آیت:

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهْرٍ ۖ فِي مَقْعَدِ صَدِيقٍ حَمْدُ اللَّهِ فِي الْبُحُورِ ۗ ﴾

(ترجمہ) (پرہیزگار لوگ بے شک باغوں اور نہروں میں ہوں گے اور مقتدر بادشاہ کے نزدیک جی جگہ حاصل کئے ہوں گے۔)

پر پہنچے تو روح نفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (أَنَا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

”یہ واقعہ ۲۲ ذی قعدہ ۷۷۸ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۳۲۸ء کا ہے۔ انتقال کے

وقت عمر ۶۷ سال تھی۔“ (امام ابن تیمیہؒ از کوکن ص ۵۸)

انتقال کا اعلان اور لوگوں کا ہجوم: امام ابن تیمیہؒ کے انتقال کی خبر قلعہ کے موذن نے قلعہ کے بیچارے پر چڑھ کر دی۔ شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ لوگ پروانہ وار قلعہ کی جانب دوڑنے لگے۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اور لوگوں کو اندر آنے کی عام اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ لوگ جوتے درجوتے آتے اور امام صاحب کی زیارت کرتے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۱۳۶)

جنازہ کی کیفیت اور تدفین: غسل کے بعد جنازہ تیار ہو گیا۔ پہلی نماز جنازہ قلعہ کے اندر پڑھائی گئی۔ جو شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ قلعہ سے باہر لایا گیا۔ قلعہ کے باہر لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کو کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا اور لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لئے فوج کو انتظام کرنا پڑا۔ اس حال میں جمع سے ایک آواز بلند ہوئی:

﴿هَكَذَا تَكُونُ جَنَائِزُ أُمَّةِ السَّنَةِ﴾

(ترجمہ) (سنت کے پیشواؤں کا جنازہ اسی شان کا ہوتا ہے)

یہ سن کر کیرام بچ گیا۔ جنازہ میں لوگوں کی تعداد ۳ لاکھ سے تجاوز تھی۔ بقول حافظ ابن

عبید مشق کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنا بڑا جنازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۳۹)

دوسری بار آپ کے بھائی زین الدین عبدالرحمن نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقبرہ

الصوفیہ کے قبرستان میں اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔  
عائبانہ نماز جنازہ: اکثر اسلامی ممالک میں امام صاحب کی عائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی حافظ  
ابن رجب م ۹۵ھ لکھتے ہیں:

”اکثر قرہی اور دور دراز کے اسلامی ممالک میں امام صاحب کی عائبانہ  
نماز جنازہ پڑھی گئی۔ یہاں تک کہ یمن اور چین میں بھی۔ (وہاں سے  
آنے والے) مسافروں کا بیان ہے کہ اقصائے چین کے ایک شہر میں  
جمعہ کے دن (ان الفاظ میں) اعلان کیا گیا کہ ترجمان القرآن کی  
(عائبانہ) نماز جنازہ ہے۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۱۰۹)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

”امام موصوف کی وفات سے ساٹھ ستر سال بعد ابن بطوطہ نے چین کا سفر  
کیا تھا ان کو موجودہ شہر چکن کے قریب قبائل عرب و تجارت اہل اسلام کی ایک  
بہت بڑی آبادی ملی تھی جس میں فقہاء محدثین و اصحاب درس و تدریس  
موجود تھے۔ شیخ بدرالدین محدث نے ان کی دعوت کی اس کے علاوہ عام  
دیار چین میں ہر جگہ عرب اور نو مسلم بعد از موجود تھے۔ اور بلاد عرب سے  
آمد وقت کا سلسلہ برابری جاری تھا۔ انہی لوگوں نے امام موصوف کی وفات  
کی خبر سن کر عائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی۔“ (تذکرہ ص ۱۹۹)

ذاتی اوصاف اور اخلاق و عادات: امام ابن تیمیہ کی پوری زندگی اسوہ رسول کا نمونہ تھی۔  
وہ اپنے ہر قول و فعل میں کتاب و سنت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ فرائنض اور سنن کے پابند تھے۔ وضع  
قطع اور لباس میں عام آدمی تھے۔ ان کو صرف ان کے تبحر علمی کی بنا پر امتیاز کیا جاسکتا تھا۔ میانہ روی  
ان کا شعار تھا۔

معمولات: امام صاحب کا روزانہ معمول یہ تھا۔ کہ نماز فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر و اذکار  
اور توبہ و استغفار اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔  
ذوق مطالعہ: مطالعہ کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ صرف درسی کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا نہیں  
کرتے تھے بلکہ علم و فن کی کتابیں ان کے مطالعہ میں آتی تھیں۔

تجمر علمی ان کا سب سے نمایاں وصف ان کا تجر علمی تھا۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ حنفی حنفی اور متاخرین کی کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو ان کے مطالعہ میں نہ آئی ہو۔

ان کے تجر علمی کے بارے میں شیخ بہاؤ الدین قاسم بن محمود بن عسا کرنے امام صاحب کی زندگی میں دو شعر لکھے:

(ترجمہ) (شیخ تقی الدین ابن تیمیہ) ”علم کے سمندر ہو گئے ہیں۔ سوال کرنے والوں کا جواب بغیر کسی رکاوٹ کے دیتے ہیں۔ انہوں نے ہر ایک مفید علم کا احاطہ کر لیا۔ پس تم بحر محیط کی تعریف میں جو بھی چاہو کہہ سکتے ہو۔“

خطابت: امام ابن تیمیہ عظیم القدر عالم ہونے کے ساتھ بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ ان کی تقریر بڑی فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ سامعین ان کی تقریر سے اکتائے نہیں تھے۔

حق گوئی و بیباکی: یہ امام صاحب کا ممتاز ترین وصف تھا۔ حق بات کہنے میں وہ بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ بلا خوف بادشاہ وقت کے سامنے حق بات کہنے سے ہار نہیں آتے تھے۔ انہوں نے ساری عمر آنحضرت ﷺ کی اس حدیث:

﴿الفضل الجهاد کلمہ حق عند سلطان جائر﴾

(ترجمہ) (بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے) کو پیش نظر رکھا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔

شجاعت اور بہادری: امام ابن تیمیہ صاحب علم و کلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ تاتاری لڑائیوں میں ان کی شجاعت و بہادری کے جوہر نمایاں ہوئے۔ گوار چلانے کے بہت دہنی تھے۔

حدت اور شدت: امام صاحب طبیعت کے سخت تھے۔ ان کی طبیعت میں تیزی بہت زیادہ تھی۔ خلاف شریعت کوئی کام دیکھ کر ان کی طبیعت میں تیزی آ جاتی تھی۔ ایک شاعر نے ان کی تعریف میں کہا:

”وہ دہار تھے کریم تھے مہربان تھے۔ صرف ایک بات تھی کہ جب اللہ

کی فرمائیداری نہ ہوتی ہو تو اللہ کے واسطے بگڑ جاتے تھے۔“

عاجزی اور اکساری: امام ابن تیمیہؒ خلاف شریعت مطہرہ کام دیکھ کر بگڑ جاتے تھے لیکن شخصی طور پر وہ بہت زیادہ منکر المزاج تھے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب مدارج السالکین جلد اول صفحہ ۲۹۶ پر امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے:

”میں ایک معمولی آدمی ہوں۔ میں طہت اسلامیہ کا ایک ادنیٰ فرد ہوں۔

میں اہل دولت سے نہیں ہوں۔ میں تو ہر وقت اپنے اسلام کی تجدید کرتا

رہتا ہوں۔ میں تو ابھی تک پکا مسلمان بھی نہیں ہوا ہوں۔“

زہد و اتقواء: زہد و اتقواء امام ابن تیمیہؒ کا خصوصی وصف تھا۔ ان کے عادات و اطوار کی اٹھان بھی تقویٰ پر ہوئی تھی تقویٰ ان کا امتیازی وصف تھا۔

ایشیاء و سخاوت: امام ابن تیمیہؒ کوئی مالدار آدمی نہیں تھے۔ تمام عمر مجرد رہے دارالحدیث السکریہ اور دارالحدیث الحبلیہ میں پڑھانے کی معمولی تنخواہ ملتی تھی۔ اس میں حسب استطاعت وہ غرباء و مساکین کی اعانت کرتے تھے۔

عبادت: امام ابن تیمیہؒ بہت عبادت کرنے والے تھے۔ ذکر واذکار اور توبہ و استغفار بہت زیادہ کرتے تھے۔ فرائض و سنن اور نوافل کے پورے پابند تھے۔

عقود و درگزر: عقود و درگزر ان کا خاص وصف تھا۔ ان کی ساری زندگی ہنگاموں سے بھری پڑی ہے۔ ہمیشہ مخالفت کے طوفان اٹھتے تھے پھر ختم ہو جاتے تھے۔ ان کو مصائب و آلام کا نشانہ بنایا گیا ان کو گالیاں دی گئیں زد و کوب کیا گیا ان کے خلاف قتل کی سازش ہوئی ان کو کئی بار اسیر زنداں کیا گیا مگر انہوں نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اپنے تمام مخالفین کو صدق دل سے معاف کر دیا۔

کشف و کرامت اور فراست: امام صاحب کی زندگی کے مستند واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کے اندر کشف و کرامت اور فراست کی کیفیت کامل طور پر پائی جاتی تھی۔

تاتاری بادشاہ قازان نے ملک شام پر دوسری حملہ کیا۔ امام صاحب نے پہلے حملہ میں پیشین گوئی کی تھی کہ مسلمانوں کو شکست ہوگی جو صحیح ثابت ہوئی۔ دوسری مرتبہ فتح و کامرانی کی پیشین گوئی کی کہ جو صحیح ثابت ہوئی۔

اتباع و سنت: امام صاحب کے معاصرین نے شہادت دی ہے۔ کہ مقام رسالت کا جیسا ادب و احترام اور اتباع سنت کا جیسا اہتمام ابن تیمیہ کے یہاں دیکھا کسی اور کے ہاں نظر نہیں آتا۔ استغناء: استغناء میں اپنی مثال آپ تھے۔ پوری زندگی نہ کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کسی قسم کی مالی امداد وصول کی۔

سرعت تصنیف: سرعت تصنیف کا یہ حال تھا کہ ایک دن میں پوری ایک جلد لکھ ڈالتے تھے۔ رسالہ الحمویہ ظہر و عصر کے درمیان ایک نشست میں لکھ دیا تھا۔

عبادت اور مشابعتو جنازہ: بیماروں کی عیادت کرنا آپ کا معمول تھا۔ ہر نماز جنازہ میں شرکت کی کوشش کرتے۔ اگر کسی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت سے رہ جاتے تو اس کا افسوس ہوتا۔ (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو کون سن ۶۰۵۵۸۹ حیات ابن تیمیہ اردو ص ۱۲۱۳)

علم و فضل: علم و فضل کے اعتبار سے امام ابن تیمیہ یگانہ عہد اور منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ وہ اپنی قوت فہم، تجربہ علمی و وسعت علم و ذوق مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں اپنا کوئی حریف اور جانی نہیں رکھتے تھے۔

علمائے اسلام نے ان کو شیخ الاسلام والا نام، بحر العلوم، سید الحفاظ، فرید عصر، علامۃ الزمان، ترجمان القرآن ناصر السنۃ، قاطع البدعہ کے القاب سے نوازا ہے۔

امام ابن تیمیہ اپنے معاصرین کی نظر میں:

امام ابن تیمیہ کے علم و فضل اور بحر العلوم ہونے کا ان کے معاصرین نے اعتراف کیا ہے۔ ان کے معاصرین میں کئی ایک ان کے مخالف تھے۔ لیکن مخالف ہونے کے باوجود امام صاحب کے علم و فضل، تجربہ علمی اور جلالت شان کے معترف تھے۔

ذیل میں آپ کے چند ایک معاصرین کی آراء نقل کی جاتی ہیں۔  
ابن دیقق العید (م ۷۰۲ھ): اس شخص نے بلا کا محافظ پایا ہے۔

پھر ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

”میں جب ابن تیمیہ سے ملا تو میں نے انہیں ایسا آدمی پایا کہ تمام علوم اس کی نظر میں ہیں جس علم کو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جیسے چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔“

حافظ ابن سید الناس (م ۷۳۳ھ):

”یہ شخص علوم و فنون کا جامع ہے سنن و آثار کا حافظ ہے۔“

علامہ کمال الدین الزمکانی (م ۷۲۷ھ):

”امام ابن تیمیہ علوم شرعیہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون میں ایسی کامل دستگاہ رکھتے تھے کہ ان علوم و فنون کے ماہرین کو حیران و ششدر کر دیتے تھے۔“ (حیات ابن تیمیہ، ص ۱۷۷ تا ۱۷۸)

حافظ ابوالحجاج مزنی (م ۷۳۲ھ):

”میں نے ان کا کوئی ثانی نہیں دیکھا۔ اور انہوں نے اپنا کوئی ہمتا پایا اور میں نے کسی کو بھی ان سے بڑھ کر کتاب و سنت کا عالم اور ان کا بیروکار نہیں پایا۔“ (امام ابن تیمیہ، از کوکن ص ۶۰۷)

تصانیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عمر ۷۱ سال تھی جب انہوں نے کلم سنبالا اور ۳۵ سال تک ان کا کلم رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی حافظ اور مجیر الحقول و ذکاوت سے نوازا تھا۔ سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ ایک نشست میں ۶۰ صفحات تک لکھتا ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ امام صاحب کی تصانیف منفرد خصوصیات کی حامل تھیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

”ابن تیمیہ کی تصنیفات کچھ منفرد خصوصیات رکھتی ہیں۔ جو اس عصر کی عام تصنیفات سے ان کو نمایاں طور پر ممتاز کرتی ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد اور بڑے اہم علمی اور فنی انقلابات کے باوجود ابھی تک نئی نسل کے دل و دماغ کو متاثر کرتی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس عقلیت پسند اور جدت طلب دور میں وہ از سر نو مقبول ہو رہے ہیں۔“ (تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۲ ص ۱۵۶)

مولانا محمد عطا اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

”امام صاحب کی تصانیف کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ بعض تصانیف کسی کتاب کی شرح یا تفسیر کی صورت میں مستقل حیثیت رکھتی ہیں۔ یا ”قاعدہ“ اور ”فصل“ کے عنوان سے کسی مسئلہ کی تحقیق مستحکم ذالی



ہے۔ بعض کتابیں مخالفین اسلام یا مخالف حق فرقوں کی کتابوں کے جواب میں لکھی گئیں۔ بعض مکتوبات و مراسلات کی شکل میں تھیں جو وقتاً فوقتاً لوگوں کو لکھے گئے۔ لیکن عظیم اکثریت سوالوں کے جوابات اور فتاویٰ کی تھی۔ جن میں تفسیر، اصول، تفسیر، حدیث و اصول، حدیث، عقائد، کلام، ہجرت، اقسام، تصوف اور اخلاق، فقہ و اصول، فقہ، مسائل و مباحث وغیرہ شامل ہیں۔ مختصر سے مختصر بھی اور طویل سے طویل بھی۔ (حیات ابن تیمیہ، ص ۸۰۳)

امام صاحب کی تصانیف کی خصوصیات:

مولانا سید ابوالحسن ندوی نے اپنی کتاب ”تاریخ و دعوت و عزیمت“ جلد دوم میں صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۱ امام صاحب کی تصانیف کی خصوصیات پر ایک بہترین مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ کا اختصار پیش خدمت ہے۔ مولانا ندوی مرحوم لکھتے ہیں: کہ

(۱) ابن تیمیہ کی ہر تصنیف کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف مقاصد شریعت کا راز داں ہے۔

(۲) ابن تیمیہ کی ہر کتاب کے مطالعہ سے اس کے زمانہ تصنیف کا تعین ہوتا ہے۔

(۳) ابن تیمیہ کی ہر کتاب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کتاب کا موضوع ہے۔ اس پر اتنا مواد مہیا کرتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی دوسری کتاب کے مطالعہ کی بہت کم ضرورت پیش آتی ہے۔

ان کی ہر کتاب ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے اور طالب علم کو بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

(۴) ابن تیمیہ کی تصانیف میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں خشکی نہیں ہے۔ سلاست، عربیت اور ادبیت کی بہتات ہے۔

تصانیف کی تعداد: امام ابن تیمیہ کا شمار ان ائمہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے بہت زیادہ کتابیں لکھیں اور ہر موضوع پر قلم اٹھایا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نے امام صاحب کی تصانیف کی تعداد ۵۹۱ بتائی ہے اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق مرحوم نے ۳۸۵ بتائی ہے۔

## مولانا عطا اللہ حنیف:

۲۸	اصول فقہ و متعلقات	۱۰۲	تفسیر
۱۴۶	عقائد و کلام	۴۱	احادیث
۷۸	اخلاق زہد اور تصوف	۱۴۸	فقہ و فتاویٰ
۵۴	متفرقات	۱۷	فلسفہ منطق پر نقد و جرح
۵۹۱	میزان	۷	مکاتیب

(حیات ابن تیمیہ ص ۹۸ تا ۸۳۳)

## ڈاکٹر غلام جیلانی برقی:

۶۰	اخلاق و تصوف	۸۰	تفسیر
۶۰	ترویج فلسفہ و منطق	۴۰	حدیث
۴۵	متفرقات	۱۴۰	فقہ
۳۸۵	میزان	۴۰	اصول فقہ
		۴۰	عقائد و کلام

(امام ابن تیمیہ ص ۱۴۹ تا ۱۵۸)

مشہور تصانیف: امام صاحب کی تصانیف کی کھل فہرست درج کرنا مشکل ہے۔ تاہم آپ کی چند مشہور تصانیف کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۲۔ رسالہ فی تفسیر قولہ لا الہ الا انہ

سبحانک الی کت من الظالمین

۳۔ شرح حدیث لا تسبوا النبی

۶۔ شرح الحمدہ (۳ جلد)

۸۔ اجاع الرسول صیح الحقول

۱۰۔ الوصیۃ الصغریٰ

۱۲۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین الصحیح

۱۔ مقدمہ فی اصول تفسیر

۳۔ شرح حدیث انما الاعمال بالنیات

۵۔ الاقتیارات العلمیہ

۷۔ مسودہ فی اصول الفقہ

۹۔ عقیدہ الجمویہ الکبریٰ

۱۱۔ مشہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام المشکک والقدریہ

۱۳۔ اقتضاء الصراط المستقیم فی الرد

علی اصحاب الختم

۱۳۔ الصارم المسلول الی شاتم الرسول

۱۶۔ الفرقان بین الاولیاء الشیطان

داویا الرحمان

۱۵۔ کتاب المنجات

۱۸۔ الوصیۃ الکبریٰ

۱۷۔ کتاب الرد علی المصطفیین

امام ابن تیمیہ کی تین جلیل القدر تصانیف:

امام ابن تیمیہ کی تین کتابیں بہت زیادہ مشہور ہیں اور ان کا علمی دنیا میں بہت زیادہ مرتبہ و مقام ہے۔ اہل علم نے ان کتابوں کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔

تین کتابیں یہ ہیں:

- (۱) کتاب الرد علی المصطفیین
- (۲) الجواب الصحیح لمن بدل دین الحق
- (۳) منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیخ و القدریہ

(۱) کتاب الرد علی المصطفیین: اس کتاب میں امام ابن تیمیہ نے ایک طرف فلسفہ و منطوق کی تردید کی ہے اور اس کے ساتھ صوفیا پر تنقید کی ہے۔ فلسفہ و منطوق اور علم کلام پر تنقید کر کے کتاب وسنت کی برتری ثابت کی ہے۔

امام صاحب نے اپنی اس کتاب میں منطوق و متکلمین کے غلط اصولوں کی تردید کی ہے۔ اور اس کے ساتھ متکلمین کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کیا ہے جس میں انہوں نے قرآن مجید کو اصل سمیات قرار دیا ہے۔ امام صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ائمہ متکلمین و فلاسفہ کے دلائل کے مقابلہ میں قرآن مجید کے دلائل زیادہ سچے، کامل، یلیغ اور موثر ہیں۔

امام ابن تیمیہ نے جو کتابیں فلسفہ و منطوق اور علم کلام کی تردید میں لکھیں ان میں فلاسفہ و متکلمین اور مصطفیین پر سخت تنقید کی ہے۔ شیخ بوعلی سینا، امام خزالی، امام رازی، شیخ شہاب الدین سہروردی، ابن عربی اور ابن سہین کو جا بجا مٹھون کیا ہے۔

کتاب الرد علی المصطفیین ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں بیسویں سے شائع ہوئی صفحات ۶۵۰۔

ابتداء میں علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کا ایک جامع مقدمہ بھی ہے۔

(۲) الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح:

امام ابن تیمیہ کے زمانہ میں مصر و شام میں یہودی اور عیسائی آباد تھے۔ جن میں اکثر کی ماوری زبان عربی ہو گئی تھی۔ یہ دونوں (یہودی و عیسائی) اپنے اپنے مدرسوں میں توراہ اور انجیل کی تعلیم دیتے تھے۔ یہودیوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور عیسائی پادری یہودیوں کے مقابلہ میں اپنے مذہب کی زیادہ تبلیغ کرتے تھے اور اس کے ساتھ ملک کی سلامتی میں بھی دخل اندازی کرتے رہتے تھے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ۶۵۸ھ میں جب تاتاری دمشق میں فاتحانہ داخل ہوئے تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا تھا اور ان کو تحائف بھی پیش کئے۔

عیسائی پادری ایک طرف اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے اور دوسری طرف مذہب اسلام پر بے جا حرم کے اعتراضات بھی کرتے رہتے تھے۔ علمائے اسلام ان کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

امام ابن تیمیہ کو "الجواب الصحيح" لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ قبرص کے عیسائیوں کی طرف سے ایک کتاب دمشق پہنچی جس میں عقلی و نقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات کیا گیا تھا اور مسیحی عقائد کو عقلاً و عملاً ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ ﷺ صرف عربوں کے لئے محبوب ہوئے تھے اور مسیحی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں ہیں۔

اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا تھا جس کو فلسفہ اور علم کلام پر عبور حاصل ہو اور اس کے ساتھ عہد قیق اور عہد جدید پر اس کی وسیع نظر ہو۔ اس لحاظ سے اس عصر میں ابن تیمیہ سے زیادہ موزوں اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے چار جلدوں میں "الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح" کے نام سے جواب دیا۔ امام صاحب نے اس کتاب میں صرف مدافعت اور صفائی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر حملہ بھی کیا اور نبوت محمدی کو ثابت کرنے کے لئے دلائل دیے اس کو ایک منصف مزاج اور معقولیت پسند انسان تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

شیخ ابو زہرہ مصری (م ۱۳۸۰ھ) اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

”امام ابن تیمیہ کی مناظرانہ تصنیف میں یہ کتاب سب سے زیادہ ٹھنڈی اور پرسکون ہے یہ کتاب تمہا ان کو باعمل علماء مجاہد ائمہ اور غیر فانی مفکرین کا مرتبہ دلانے کے لئے کافی ہے۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۷۵۶)

یہ کتاب چار جلدوں میں ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی۔

### (۳) منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ:

امام ابن تیمیہ کی شیعہ مذہب کی تردید میں یہ ایک لا جواب کتاب ہے۔ یہ کتاب ایک شیعہ مصنف ”ابن المطہر الحلی“ کی کتاب ”منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الاماتہ“ کے جواب میں ہے جس میں اس نے اثبات شیعہ و امامت و رد سنیت و خلافت پر بحث کی ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب میں شیعہ مصنف نے حضرت علی بن ابی طالب اور اہل بیت کی امامت و عصمت کا ثبوت اور خلفائے غلطی کی تردید اور ان کے بعد کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطاعن پر مشتمل تھی۔

شیعہ مصنف نے اپنی اس کتاب میں علم کلام عقائد فلسفہ تفسیر حدیث تاریخ اور آثار کے بکثرت مباحث پر روشنی ڈالی تھی۔ اس لئے اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا تھا جس کو ان تمام علوم پر عبور کامل ہو۔ چنانچہ علمائے اہل سنت نے امام ابن تیمیہ سے درخواست کی کہ وہ اس کتاب کا جواب لکھیں۔

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ امام صاحب نے ”منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الاماتہ“ کا جواب ”منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ“ کے نام سے دیا یہ کتاب امام ابن تیمیہ کی تصانیف میں امتیازی شان رکھتی ہے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم کہ:

”ابن تیمیہ کے علمی تجر و وسعت نظر حاضر و ماضی حفظ و استحضار عقلی اور اتقان اور ذہانت و طباطبائی کا اگر صحیح نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو دیکھنا چاہیے۔“

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۱۲)

مولانا محمد عطاء اللہ ضیف (م ۱۹۸۷ء) اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

علامہ حلی کی اس کتاب کو شیعہ وہی حیثیت دیتے تھے جو عیسائیوں نے اپنی کتاب کو دے رکھی تھی کہ لا جواب سمجھ کر فرض اور عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے ان کتابوں کا پروپیگنڈا کرتے

تھے۔ امام صاحب نے الجواب الصحيح کی طرح منہاج السنۃ کو بھی اس جوش اور زور سے لکھا کہ بجز اللہ آج تک لا جواب ہے۔ علی صاحب نے شبہی معضلات اور معترضہ کے عقلی مخالفت کا مظلومیہ بنا دیا تھا۔ حضرت امام نے ہر ہر چیز پر پوری تفصیل و تحقیق سے بحث کی ہے۔

مع ذکر اس پری و ش کا اور پھر بیان اپنا

”مختصر یہ کہ منہاج السنۃ حضرت امام کی تمام خصوصیات کی مظہر ہے۔ اور

میسوں مباحث عقلیہ و عقلیہ پر مشتمل منہاج میں بھی حسب معمول

استطاری اور خالص عقلی مباحث بکثرت آگئے تھے۔ بنا بریں اس کا

فائدہ عام کرنے کے لئے اس کے دو اختصار عمل میں لائے گئے تھے۔

(حیات ابن تیمیہ ص ۸۲۲-۸۲۳)

منہاج السنۃ چار جلدوں میں مجموعی صفحات ۱۳۱۳-۱۳۲۲ھ میں شیخ المصطفیٰ البانی طبری کے ذریعہ اتمام مطبعہ امیریہ مصر سے شائع ہوئی۔ پاکستان میں المکتبۃ السلفیہ لاہور نے اس کتاب کو بڑی آب و تاب سے شائع کیا ہے اور حاشیہ پر ابن مطہر اٹلی کی منہاج الکرامہ بھی شائع کر دی ہے۔ منہاج السنۃ کے دو اختصار شائع ہو چکے ہیں۔

ایک اختصار امام ابن تیمیہ کے تلمیذ رشید حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے ”المستفی من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اهل الرافض والاعتدال“ کے نام سے کیا۔ جو استاد محبت الدین خطیب کی بہترین تعلیقات کے ساتھ ۱۳۷۴ھ میں شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری مرحوم نے کیا ہے۔ جو ادارہ احیاء السنۃ گھر جاگہ گورنوالہ نے شائع کیا۔

دوسرا اختصار دو جلدوں میں حافظ مفتی الدین عبدالرحمان عبدالحق بغدادی صلی (۷۳۹ھ) نے ”الطالب الاحوال القریب منہاج الاستقامة والاعتدال“ کے نام سے کیا تھا۔ منہاج السنۃ کی تصنیف پر سارے عالم اسلام نے حضرت امام ابن تیمیہ کو خراج تحسین ادا کیا۔



## امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردانِ رشید

- حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ابن البہادی رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ



## تلامذہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کے تلامذہ و مستفیدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام صاحب کے تلامذہ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے استاد کے فکری ترکہ کو قائم رکھا۔ امام ابن تیمیہ کی تدریسی مدت نصف صدی کے قریب ہے۔ اس لیے ان کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں ہے۔ امام صاحب کے تلامذہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ بھی اپنے استاد کے ساتھ ہدف ستم بنتے رہے۔ یہ لوگ جس طرح حلقہ درس میں استاد کے دامن سے چنے رہے۔ اسی طرح دور ابتلاء میں بھی انہوں نے استاد کا دامن نہیں چھوڑا۔

یہاں امام ابن تیمیہ کے چار نامور شاگردوں کو پیش کیا جائے گا جنہوں نے اپنے استاد کے نام کو روشن کیا۔ اور اپنی زبان اور قلم سے ان کے خاص خاص اصلاحی خیالات کا پرچار کیا۔ ان میں:

● حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

● حافظ ابن الہادی رحمۃ اللہ علیہ

● حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

● حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

نمایاں ہیں۔



حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

۶۹۱ھ.....۷۷۱ھ



## حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

”ایک آزاد مفکر، غور و فکر کے حامی اور کسی کی رائے کے مقلد نہ تھے۔ آپ کی حریت فکر و نظر کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے استاد محترم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے کو بھی خاطر میں نہ لاتے بشرطیکہ اس سے قوی تر بات جاہلیہ خیال میں آجائے۔“

(پروفیسر عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین مصری)



## حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ (م ۷۲۸ھ) کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انہیں ۱۶ سال تک امام صاحب کی مصاحبت کا شرف حاصل ہے۔

نام نسب اور ولادت: نام شمس الدین محمد کُنیت ابو عبد اللہ والد کا نام ابو بکر بن ابوبکر تھا۔ ۷ صفر ۶۹۱ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ابو بکر بن ابوبکر مدرسہ جوزیہ دمشق کے قلم تھے اس لئے ابن قیم کہلائے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۳)

ابتدائی تعلیم: حافظ ابن قیم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد ازاں جملہ علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ رجال، ادب، لغت، معانی، بیان، عربیت اور صرف و نحو کی تعلیم اپنے وقت کے صاحب فن اساتذہ سے حاصل کی۔ جن میں ابو بکر بن عبد اللہ ائمہ، یحییٰ بن مطہم، ابن شیرازی، اسطیٰیل بن حکوم، قاضی تقی الدین سلیمان، ابن ابی اللتح وغیرہ شامل ہیں۔ (۷۱۳ھ) میں آپ شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ کے حلقہ شاگردی میں آئے۔ اور ۷۲۸ھ (سن وفات ابن قیمؒ) تک یعنی ۱۶ سال آپ نے شیخ الاسلام سے اخذ و استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ حافظ ابن قیمؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

”جب حافظ ابن قیمؒ ۷۲۸ھ میں مصر سے واپس آئے تو حافظ ابن قیمؒ نے ان کی ایسی صحبت و رفاقت اختیار کی کہ ان کے انتقال تک ساتھ نہ چھوڑا۔“ (البدایہ والنہایہ)

حافظ ابن قیمؒ نے شیخ الاسلام ابن قیمؒ سے بہت سے افکار و نظریات لئے۔ علمی مباحث میں آزادی لکھ سائل میں عدم تقلید آپ سے سیکھی صوفیہ، فلاسفہ اور عقیدہ سلف سے بھگنے والوں کے خلاف جنگ کرنے میں اپنے استاد محترم کی روش پر گامزن رہے۔

(حیات ابن قیمؒ ص ۱۱۰)

درسن و تدریس: حافظ ابن قیمؒ ایک وقت میں مدرس بھی تھے اور طالب علم بھی۔ شیخ الاسلام

ابن تیمیہ سے اخذ و استفادہ کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ جوزیہ میں تدریس بھی فرماتے تھے۔ آپ کے علاوہ کا شمار ممکن نہیں۔ درج ذیل علماء جو اپنے وقت میں نیکائے روزگار تھے۔ آپ کے طبقہ طائفہ میں شامل تھے۔

- (۱) حافظ ابن رجب مصنف طبقات الحنابلہ
  - (۲) شمس الدین محمد بن عبدالقادر الاناسی مصنف مختصر طبقات الحنابلہ لابن علی
  - (۳) عبداللہ بن شمس الدین محمد (آپ کے فرزند) اور آپ کی وفات کے بعد مدرسہ جوزیہ کے قیام مقرر ہوئے۔
  - (۴) حافظ ابن کثیر مصنف تفسیر ابن کثیر والہدایہ والنہایہ
  - (۵) حافظ ابن عبدالہادی۔ (حیات ابن قیم ص ۱۱۱)
- علمی مرتبہ: حافظ ابن قیم کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی اور تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نگاہ گہری تھی۔ علم تفسیر میں ان کی ڈرف نگاہی مسلم تھی۔

حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

”حافظ ابن قیم کو تفسیر حدیث رجال کی طرف بڑی توجہ تھی۔ وہ فقہ کے مطالعہ میں ہی مشغول رہتے تھے۔ اور اس کے مسائل کو بڑی شرح و بسط سے لکھتے تھے۔ نحو کی تدریس، اصول فقہ اور اصول حدیث میں بھی آجھی مہارت تھی۔“

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۴)

حافظ ابن رجب (م ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

”حافظ ابن قیم کو تمام علوم اسلامیہ میں دخل تھا۔ لیکن تفسیر میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اصول دین میں بھی وہ درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ حدیث فقہ حدیث اور دقائق کے استنباط میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ علم سلوک اور اہل تصوف کے ارشادات و دقائق پر بھی وسیع نظر تھی۔ میں نے قرآن و لغت کے معانی اور حقائق ایمانی کا ان سے بڑا عالم نہیں پایا۔ وہ مصوم تو نہ تھے لیکن میں نے ان خصوصیات میں ان جیسا آدمی نہیں دیکھا۔“

(کاروان حدیث ص ۳۰۵)

خصائص: حافظ ابن قیمؒ گونا گوں خصائص کے مالک تھے۔ نرم مزاج اور قوی الخلق تھے۔ اور اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے انہوں نے علم اخلاص اور ایمان کی دولت حاصل کی تھی۔ لیکن مزاج میں تیزی نہ تھی۔ حافظ ابن کثیر جو ان کے مخلص دوست رفیق درس اور شاگرد تھے۔ بیان کرتے ہیں:

”حافظ ابن قیمؒ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ محبت سب سے حسد کسی سے بھی نہیں۔ نہ کبھی کسی کے درپے آزاد ہوئے نہ کسی کی عیب چینی کی۔ میں اکثر ان کے ساتھ رہا۔ وہ مجھ سے محبت کا پرتاؤ کرتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے زمانہ میں کوئی شخص ان سے زیادہ عبادت گزار رہا ہو۔ ان کی نماز بڑی طویل ہوتی تھی رکوع اور سجود خاصے لمبے ہوتے تھے۔ بہت سے دوست اور ساتھی اس پر کبھی کبھی انہیں ملامت بھی کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی جواب نہ دیا۔ نہ اس معمول کو ترک کیا۔“

(الہدایہ والتبایہ ج ۱۴ ص ۲۳۵)

حافظ ابن کثیر ان کے علمی مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ابن قیمؒ نے حدیث کی سماعت کی۔ اور زندگی کا بڑا حصہ علمی مشغلہ میں بسر کیا۔ انہیں متعدد علوم میں کمال حاصل تھا۔ خاص طور پر علم تفسیر اور حدیث وغیرہ میں غیر معمولی دستگاہ کے حامل تھے۔“

مولانا محمد یوسف کوکن عمریؒ لکھتے ہیں:

”حافظ ابن قیمؒ اپنی مذہبی شدت کے باوجود نہایت خلیق اور متواضع تھے۔ ان میں اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی حدت اور شدت نہیں تھی۔ مخالفین کے ساتھ وہ اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اس وصف میں وہ اپنے استاد سے بالکل ممتاز تھے۔ اس لئے مخالفین بھی ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (امام ابن تیمیہؒ ص ۶۵۹)

زہد و عبادت: حافظ ابن قیمؒ زہد و عبادت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ دن رات درس و تدریس ذکر و اذکار تلاوت قرآن مجید میں بسر کرتے تھے۔ قواعد اکسار اور حسن خلق میں ممتاز مقام کے

ماہل تھے۔ حافظ ابن رجب (م ۹۵۷ھ) لکھتے ہیں:

”حافظ ابن کثیر کثیر العبادات اور بڑے شب بیدار تھے ان کی نماز بڑی طویل ہوتی تھی۔ وہ ہر وقت ذکر و مشاغل میں لگے رہتے اور ان میں محبت الہی اور اتابہت کی ایک خاص کیفیت تھی۔ ان کے چہرے پر بارگاہ خداوندی کی طرف سے فقر و احتیاج اور عجز و انکساری کا نور نظر آتا تھا۔

اس کیفیت میں بھی ان کو منفرد پایا۔“ (کاروان حدیث ص ۳۰۶)

اہللاء و آزماتش: حافظ ابن قیم اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرح اہللاء و آزماتش اور عبادات کی منازل سے گزرے۔ ان کو بہت ایذائیں دی گئیں۔ مصائب و آلام کا شکار ہوئے۔ اونٹ پر سوار کر کے شہر میں قشعر کی گئی۔ درے مارے گئے اور اپنے استاد امام ابن تیمیہ کے ساتھ جیل بھی گئے۔ آپ کا جرم یہ تھا۔ کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے شدہ رحالی کے قائل نہ تھے۔ حافظ ابن قیم کی رہائی اس وقت عمل میں آئی جب جیل میں امام ابن تیمیہ کا انتقال ہوا۔

پروفیسر ایوز ہرہ مصری لکھتے ہیں:

”جب امام ابن تیمیہ کو طلاق اور شدہ رحالی کے بارے میں فتوؤں کی بنا پر آخری مرتبہ قید کیا گیا۔ تو آپ کے بعض شاگردوں کو بھی نشانہ ستم بنایا گیا۔ آپ کے بعض شاگردوں کو بھی سزا دی گئی۔ بعض بھاگ نکلے اور بعض کو عرصہ دراز تک قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا گیا۔ حافظ ابن قیم اسی گروہ میں شامل تھے۔ آپ کے سوا دوسرے شاگردوں کو رہائی ملی۔ لیکن ابن قیم ابن تیمیہ کے انتقال پر رہا ہوئے۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۵۲۶)

مولانا محمد یوسف کوکن عمری لکھتے ہیں:

”حافظ موصوف مدرسہ صدریہ میں درس دیتے تھے اور مدرسہ جوزیہ کی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ درس و تدریس اور امامت کے بعد جو وقت بچتا تھا۔ اس کو تصنیف و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ طلاق زیارت قبور اور وحدۃ الوجود اور صفات باری کے مسکوں میں ان کا نقطہ نظر وہی تھا جو ان

کے استاد کا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کو بسا اوقات تکلیفیں اٹھانا پڑی تھیں۔“

(امام ابن تیمیہؒ ص ۶۵۸)

امام ابن تیمیہؒ کی جانشینی: حافظ ابن قیمؒ امام ابن تیمیہؒ کے ارشد شاگردہ میں سے تھے۔ ۱۶ سال آپ نے استاد کی صحبت میں گزارے۔ جیل میں بھی آپ کے ساتھی رہے۔ اس لئے آپ صحیح طور پر علوم ابن تیمیہؒ کے حامل مرتب اور ناشر تھے۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

”ابن قیمؒ نے امام ابن تیمیہؒ سے علم حاصل کیا۔ دن رات طلب علم کی دھن تھی۔

لہذا متعدد علوم و فنون میں وہ بیگانہ روزگار بن گئے۔“ (البدایہ والنہایہ)

پروفیسر ابو زہرہ مصریؒ لکھتے ہیں:

”ابن قیمؒ صحیح معنوں میں علم ابن تیمیہؒ کے حامل تھے۔ آپ نے استاد کے

علم کو بڑھانے پھیلانے اور اس کی توسیع اور اشاعت میں غیر معمولی حصہ

لیا۔ اسی کی طرف انہوں نے دعوت دی۔ اسی کی جانب سے دفاع کیا اور

اس کی تائید کے لئے تحقیق و تنقیح کی پوری کوشش کی۔ جس چیز کی نشرو

اشاعت پر انہوں نے زیادہ توجہ دی وہ فقہ ابن تیمیہؒ تھی۔ مسئلہ طلاق پر

انہوں نے ابن تیمیہؒ کے افکار و آراء کی خوب پشت پناہی کی۔ ابن قیمؒ ہر

لحاظ سے ابن تیمیہؒ کے وفادار جانشین تھے۔ آپ نے اپنے استاد کے طرز

نکارش کو اپنایا۔ اور آپ نے اپنے استاد کے فتاویٰ اور اصول کی پوری

حمایت کی۔“ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۵۲۶)

حافظ ابن قیمؒ کا مسلک: حافظ ابن قیمؒ تھلیدی شخصی کے خلاف تھے۔ مسلک میں آپ کا میلان

اپنے استاد (امام ابن تیمیہؒ) کی طرح امام احمد بن حنبلؒ کی طرف تھا۔ اصول اور عقائد میں حنبلی

المدہب تھے۔ لیکن فروع میں آزاد تھے۔

علامہ عبدالحئی بن احمد (م ۱۰۸۹ھ) نے آپ کو مجتہد مطلق لکھا ہے۔ اجتہاد کی تمام

شرائط آپ میں پوری تھیں۔ اس لئے آپ کو کسی امام کی تھلیدی کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن بایں ہمہ آپ

نے تمام عمر کسی مسئلہ میں بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ تائید و حمایت میں اپنی

عمر بسر کردی۔

پروفیسر ابو ذرہ مصری لکھتے ہیں:

”حافظ ابن قیمؒ اپنے استاد کے بعد تحریرِ محادلہ اور مناظرہ کے اعتبار سے اپنے شیخ کے علمی ترکہ کے وارث تھے۔ آپ نے ابن تیمیہؒ کے جملہ علوم کی تحصیل و تکمیل اور نشر و اشاعت کی۔ آپ نے ابن تیمیہؒ کے اقوال کی تائید و حمایت کی اور لوگوں کو ان میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔ طلاق کے مسئلہ میں انہوں نے ابن تیمیہؒ کے عقیدہ کی تصدیق کی اور فتاویٰ ابن تیمیہؒ کی حمایت میں عبارات تحریر کیں۔ بعینہم آپ نے اصول فقہ ابن تیمیہؒ کی تدوین کی۔“

(حیات ابن تیمیہؒ ص ۵۲۶)

تدریس و تصنیف: حافظ ابن قیمؒ کافی عرصہ تک مدرسہ جزیہ میں درس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ جزیہ کی امامت بھی ان کے سپرد تھی۔ جو وقت بچتا وہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا۔ حافظ ابن قیمؒ کو کتابوں کی خریداری کا بڑا شغف تھا۔ اور اس شوق کا نتیجہ تھا کہ آپ نے کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔

پروفیسر عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین مصری نے اپنی کتاب حیات ابن قیمؒ میں حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے:

”حافظ ابن قیمؒ کو کتبِ اندوزی کا بے پناہ شوق تھا۔ چنانچہ لا تعداد کتابیں

جمع کیں اور آپ کی اولاد آپ کی وفات کے بعد مدتوں انہیں فروخت

کرتی رہی۔“ (حیات ابن قیمؒ ص ۱۱۱)

وفات: حافظ ابن قیمؒ نے ۲۳ رجب ۷۵۱ھ چہار شنبہ کے دن انتقال کیا اور باب الصغیر کے

قبرستان (دمشق) میں دفن ہوئے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۸۱)

حافظ ابن قیمؒ کی علمی خدمات: حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری

ہے کہ ان کی امتیازی خصوصیات کا ذکر کیا جائے۔ عام طور پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ جس مصنف کی

تصانیف کی تعداد زیادہ ہو اس میں تحقیق و تدقیق کا پہلو نہیں ہوتا۔ مگر حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف میں

یہ چیز نہیں ہے۔ ان میں کیت کے ساتھ کیفیت کی بھی کمی نہیں۔



مشہور علوم متداولہ پر آپ کی کئی کتابیں ہیں اور ایک ایک کتاب کئی جلدوں میں ہے۔ آپ نے ہر کتاب کو پورے دلائل سے لکھا ہے۔ قرآن مجید میں آیات میں تدبر، احادیث اور روایات پر کامل غور و دلائل کی ترتیب، زور بیان اور زبان میں ادب کی چاشنی ان کی تصنیفات میں موجود ہے۔

علم حدیث اور لغت کے متعلق ایسے دقائق بیان کئے ہیں جو مطلوبات میں نہیں تھے۔ مختصر عبارت میں طویل مطالب اور اس کے ضمن میں دیگر فوائد جو ایک صاحب ذوق کو فریفتہ کر دیں آپ کی خاص خوبی ہے۔ آپ کے نظریات و تصورات براہ راست کتاب و سنت سے کشید ہوئے۔ اور ان میں عربیت کا صحیح ذوق رہا ہوا ہے۔

آپ کی جملہ تصانیف فی الحقیقت تصانیف فی الدین کا خزانہ ہیں۔ جن کو اس خزانہ کی چابی ہاتھ آگئی وہ دولت سے مالا مال ہو گئے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اطلاقات کتاب و سنت، انوار مشکوٰۃ نبوت، افکار و تصورات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ تابعین کا جہاں کہیں علوم موضوعہ اور فہم و فہم سے تصادم ہوا۔ وہاں ہر جگہ کتاب و سنت کی حمایت میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کتاب و سنت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا ذوق دینی بصیرت اور دین اسلام میں ڈوبا ہوا اور سویا ہوا ذہن عطا فرمایا تھا کہ فلسفہ یونان اور عقل و رائے کے نئے نئے انداز و اسلوب جدید معانی و معارف اور ادبی و فنی قواعد کتاب و سنت کے مقابلہ میں قطعاً اثر انداز نہ ہو سکے۔ بلکہ آپ نے تمام علوم و فنون کو کتاب و سنت کی تصریحات سے ہم آہنگ کیا۔

حافظ ابن قیم کی تصانیف کے بارے میں علمائے کرام کے تاثرات:

حافظ ابن قیم کی تصانیف گونا گوں خصائص کی حامل تھیں۔ علمائے کرام نے ان کے بارے میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ پروفیسر ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں:

”حافظ ابن قیم نے بہت علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جو ایک طرف تو ان کے استاد ابن تیمیہ کے علم کا خلاصہ ہے دوسری طرف استاد کی تحقیقات کے نتائج و اثرات اور تعریفات و توجیہات ہیں۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۵۲۶)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

”حافظ ابن قیم کی تصنیفات حسن ترتیب اور تالیلی سلیقہ میں اپنے شیخ

ابن تیمیہؒ کی تصنیفات سے بھی ممتاز ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں تصوف کی لطافت، عبادت کی سلاست اور دل آویزی زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ غالباً ان کے مزاج کا نتیجہ ہے۔ جس میں جلال سے زیادہ جمال ہے۔“ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۸۰)

مولانا محمد یوسف کو کن عمر لکھتے ہیں:

حافظ ابن قیمؒ کی تقریر اور تحریر دونوں مرتب، مربوط اور حشو و زوائد سے پاک ہوتی تھی۔ اور ان کی اور امام ابن تیمیہؒ کی تصنیفات میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ حافظ ابن قیمؒ کی تصنیفات میں مکرار نہیں ہوتی تھی۔ ابن تیمیہؒ کی تصانیف کا یہ حال نہیں ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کو حافظ ابن قیمؒ کی طرح سکون اور اطمینان سے لکھنا نصیب نہ ہوا۔ وہ جو کچھ لکھتے تھے لطم برداشت ہو کر لکھتے تھے۔ وہ تھوڑے سے وقت میں مضامین اور خیالات کا ایک دریا بہا دیتے تھے۔ اور اس میں اکثر ضمنی باتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتے تھے۔ ان دونوں کی تصانیف پڑھنے سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا علم بہت وسیع اور گہرا تھا۔ اور ان کی تحقیق و تدقیق بہت زبردست تھی۔“ (امام ابن تیمیہؒ ص ۵۵۹)

تصانیف: حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کی ایک طویل فہرست علامہ عبدالحی بن اسماعیل نے اپنی کتاب ”شذرات الذهب“ میں درج کی ہے اس کے علاوہ حافظ صاحب کی کتاب ”اناشد الملقمان من مصائد الشیطان“ میں بھی درج ہے اس فہرست کا بیشتر حصہ حافظ ابن رجب کی کتاب ”ذیل طبقات الحنابلہ“ سے ماخوذ ہے۔

حافظ ابن قیمؒ جملہ علوم اسلامیہ پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے تمام علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، الحدیث، اصول فقہ، تاریخ، ادب و شعر، سیر، انساب اور علم کلام وغیرہ موضوعات پر ۷۷ سے زیادہ بہترین اور عمد و علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف کیں۔

تصانیف کی فہرست: راقم نے حافظ صاحب کی تصانیف کی فہرست:

مولانا محمد یوسف کو کن عمری کی کتاب ”امام ابن تیمیہؒ“

پروفیسر ابو زہرہ مصری مرحوم کی کتاب ”حیات ابن تیمیہؒ“

پروفیسر عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین کی "حیات ابن تیمیہ"  
اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد دوم سے مرتب

کی ہے۔

- (۱) اجتماع المجيوش الاسلاميه (مطبوعہ)
- (۲) اخبار النساء
- (۳) افکار الملہان من مصائد الشیطان (مطبوعہ)
- (۴) اعلام الموقعین عن رب العالمین (مطبوعہ)
- (۵) بدائع الفوائد (مطبوعہ)
- (۶) التحفة المکیة
- (۷) تفسیر معوذتین (مطبوعہ)
- (۸) تہذیب مختصر سنن ابی داؤد (مطبوعہ)
- (۹) جلاء الاقدام فی الصلوٰۃ والسلام خیر الامام (مطبوعہ)
- (۱۰) الجواب الکافی (الداء والدواء) (مطبوعہ)
- (۱۱) حاوی الارواح الی بلاد الارواح (مطبوعہ)
- (۱۲) کتاب الروح (مطبوعہ)
- (۱۳) روزنة المعین و زینة المشاہین (مطبوعہ)
- (۱۴) زاد المسافرین
- (۱۵) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (مطبوعہ)
- (۱۶) شفا العلیل فی مسائل القضاء القدر والحکمة والتعلیل (مطبوعہ)
- (۱۷) الصراط المستقیم فی احکام الختم
- (۱۸) الصواعق الرسلیة علی الجمعية المحطلة (مطبوعہ)
- (۱۹) الطریق الحکمة فی السیاسة الشرعیة (مطبوعہ)
- (۲۰) طریق المجرتمین و ہاب السعادتین (مطبوعہ)
- (۲۱) عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین (مطبوعہ)

- (۲۲) الفتح القدسی  
 (۲۳) الفوائد  
 (۲۴) الحكم الطیب والعمل الصالح  
 (۲۵) مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین (مطبوعہ)  
 (۲۶) مفتاح دار السعادة  
 (۲۷) نفع الاارواح و تحفة الارواح  
 (۲۸) الکافیة الشامله فی الانصاف للفرقة الناجیه  
 (۲۹) ہدایۃ الحیاری من السیود والنصاری (مطبوعہ)  
 (۳۰) الواصل الی صیب من الحكم الطیب (مطبوعہ)  
 (۳۱) الطب النبوی  
 (۳۲) کتاب الصلوٰۃ

حافظ ابن قیم کی چار مشہور کتابوں کا مختصر تعارف:

حافظ ابن قیم کی تمام تصانیف ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہیں یہاں آپ کی چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

- (۱) اعلام الموقعین عن رب العالمین  
 (۲) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد  
 (۳) شفا ما لعل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل  
 (۴) مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین

(۱) اعلام الموقعین عن رب العالمین: حافظ ابن قیم کی یہ کتاب ان کی مشہور کتابوں میں ہے اور چار جلدوں میں ہے۔ اس کا شمار آپ کی بہترین اور عمدہ کتابوں میں ہوتا ہے یہ فقہاء و اہل فتویٰ وحدیث سے اہتمام رکھنے والوں کے لئے معلومات کا گرانقدر خزانہ ہے۔

اس کتاب میں حافظ ابن قیم نے مسائل شرعیہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مختلف فقہی مسالک کے جو مسائل خلاف حدیث ہیں ان کی قلعی کھولی ہے۔ اس کے ساتھ فقہ وحدیث کا فرق بیان کیا ہے۔ جلد ۴ میں ۱۲۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفتاء جمع کئے ہیں۔ علمائے اسلام نے اس

کتاب کی بہت تعریف و توصیف کی ہے اور اس کو بشکر و تحسان دیکھا ہے۔

اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ مشہور المحدث عالم مولانا محمد بن ابراہیم جوٹا گڑھی (۱۳۶۰ھ) ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے ”دین محمدی“ کے نام سے کیا۔ اور ۱۹۳۵ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جب اس کا اشتہار اخبار محمدی دہلی میں شائع ہوا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) کی نظر سے گزرا تو مولانا آزاد مرحوم نے مولانا محمد جوٹا گڑھی کو لکھا:

جی فی اللہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ مجھے اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی ہے عرصہ دراز سے میں نے بعض عزیزوں کو جو ترجمہ کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں اس کام پر لگایا تھا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاسلام ابن قیم کی مصنفات کو اردو میں منتقل کریں۔ چنانچہ منتخب کتابوں میں اعلام بھی تھی۔ لیکن کتاب ضخیم ہے۔ اس لئے اس کی نوبت نہ آئی مختصرات شائع ہو گئیں۔ اب آپ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ تو میں کہوں گا کہ آپ نے ایک نہایت موزوں کتاب ترجمہ کے لئے منتخب کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق کا رعا فرمائے۔ مباحث فقہ و حدیث میں متاخرین کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن اس سے بہتر اور اصح کوئی کتاب نہیں۔ اسے اردو میں ترجمہ کر دینا اس گوشے کی تمام ضروریات بیک وقت پوری کر دیتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ہے۔ اس طبقہ میں بہت سے لوگ مذہبی ذوق سے آشنا ہو چکے ہیں۔ لیکن صحیح مسلک کی خبر نہیں رکھتے۔ اور عربی سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے براہ راست مطالعہ نہیں کر سکتے۔ اگر اعلام اردو میں شائع ہو گئی تو ان کی فہم بصیرت کے لئے کافی مواد مہیا ہو جائے گا۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر اس ترجمہ کی اشاعت میں کچھ مدد دے سکیں۔ ابوالکلام کان اللہ لہ! ارکلت

اعلام الموقعین جب اردو میں شائع ہوئی۔ تو مولانا محمد جوٹا گڑھی نے اس کا ایک نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد کو بھیجا۔ تو مولانا نے مولانا محمد جوٹا گڑھی کو لکھا۔

جی فی اللہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اعلام المؤمنین کا ترجمہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ مباحث فقہ حدیث اور حکمت تشریح اسلامی میں متاخرین کی کوئی کتاب اس درجہ محققانہ اور قانع نہیں ہے جس درجہ یہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ اس مفید دینی خدمت پر توجہ ہوئے۔ میں ان تمام لوگوں کو جو مذہبی معلومات کا شوق رکھتے ہیں اور اصل عربی کا مطالعہ نہیں کر سکتے مشورہ دوں گا کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ چونکہ اسلام کے اندرونی مذہب و مشارب کی پیچیدگیوں سے عموماً مسلمان باخبر نہیں ہیں اس لئے بسا اوقات ان کا مذہبی شغف غلط راہوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ان پر واضح کر دے گا کہ حکمت و دلائل کی حقیقی راہ کن لوگوں کی راہ ہے۔ تبیین کتاب و سنت کی یا اصحاب جدال و خلاف کی۔ خود صاحب اعلام اپنے قصیدہ نوٹس میں کیا خوب فرمائے ہیں۔

العلم قال الله رسولنا

قال صحابهم اولو العرفان

ما العلم نبيك للخلاف جهالة

بين النبي وبين الرئ فلان

(یعنی علم دین وہی ہے جو قرآن و حدیث میں ہے جو معرفت خداوندی میں ڈوبے ہوئے فیضانِ محبت رسول کریم ﷺ کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے ظاہر ہوا ہے۔ کسی کی رائے کو سنت و حدیث سے ٹکرانا رائے کے غلبے کے لئے دلائل قائم کرنا جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے رائے کے جھنڈے کا خلاف حدیث بلند کرنے کا نام علم دین نہیں)

ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جاتا۔ موجودہ صورت حال کا یہ نہایت افسوس ناک منظر ہے۔ کہ اس طرح کی قیمتی اور ضروری خدمات پڑاہل خیر و استطاعت کو توجہ نہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد ایسے حالات فراہم ہو جائیں گے کہ آپ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کر سکیں۔ یہ بھی آپ نے خوب کیا کہ حافظ عماد الدین بن کثیر کی تفسیر کا ترجمہ بھی شائع

کر دیا۔ حناخین کے ذخیرہ تفسیر میں ہے یہ سب سے بہتر تفسیر ہے۔ امید ہے کہ اصحاب خیر و استطاعت اس کام میں بھی آپ سے مساعد و دگارتابت ہوں گے۔

(ابوالکلام کان اللہ از کلکتہ ۳۶/۲/۶)

اعلام الموقنین کا اردو ترجمہ مولوی ابو یحییٰ امام اہان نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) نے بھی کیا تھا۔ لیکن وہ طبع نہیں ہوا۔ اعلام کے بعض ابواب کا ترجمہ جن کا تعلق تقلید اور بدعات سے ہے۔ مولوی ابوالخیر مراد علی کشمیری سوہدروی (م ۱۹۶۸ء) نے بھی کیا۔ جو ”انوار السنۃ والرشاد“ کے نام سے ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔

مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ دوسری بار ۱۹۷۸ء میں ایک جلد میں کراچی سے شائع ہوا۔ جولائی ۱۹۹۹ء میں تیسری بار مکتبہ قدوسیہ لاہور نے دو جلدوں میں بڑی عمدہ طباعت سے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحات کی مجموعی تعداد ۱۳۵ ہے۔

(۳) زوائد المعادی فی ہدی خیر العباد: حافظ ابن قیمؒ کی یہ مایہ ناز اور بلند پایہ تصنیف ہے۔ اور ایک وقت سیرت حدیث فقہ علم کلام اور تصوف و احسان کی کتاب ہے۔ عمل و اصلاح کے لئے احیاء العلوم (امام غزالیؒ) کے بعد شاید کوئی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ تحقیق و اسناد اور کتاب و سنت سے مطابقت کے لحاظ سے اس کو احیاء العلوم پر ترجیح حاصل ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن قیمؒ نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو بڑی حد تک دنیاویات کے کتب خانہ کی قائم مقامی کر سکے۔ اور ایک مرتبی مرتبہ اور فقیر و محدث کا کام دے سکے۔ جن لوگوں پر حدیث کا ذوق غالب رہا ہے اور جن کو سنن و آداب نبویؐ کے اجراع کی حرص اور اہتمام رہا ہے ان کو اس کتاب سے بڑا شغف رہا ہے اور انہوں نے اس کو اپنا چراغ اور روشنی طریق اور زاویہ نظر سمجھا ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۴۰۱)

یہ چند مضامین جن کی واقفیت ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جن کو اپنے پیغمبر ﷺ کی سیرت اور آپ کے اخلاق و عادات سے واقف ہونے کا ذرا بھی اہتمام ہو۔ یہ ایسی حالت میں لکھے گئے ہیں کہ دل تھا ہوا ہے اور علم

کی پونجی قلیل ہے۔ اس تحریر کی نوبت قیام کے بجائے سفر کی حالت میں پیش آئی۔ ایسی حالت میں کہ قلب منتشر و پراگندہ دل جمعی مفقود کرتا ہیں سے رجوع کیا جائے تا پیدا اور ایسے اہل علم جنسے علمی استفادہ کیا جاسکے تا یاب ہیں۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۵)

زاد المعاد کے مطالعہ سے ابن تیمیہ کے علمی تبحر اور علوم اسلامیہ پر ان کی طرف نگاہی اور عبور کامل کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”زاد المعاد میں حدیث کے متون و اسانید اور جہاں کی جو فصل ہے اور سیرت و تاریخ کے جزئیات اور مسائل و احکام میں جو محدثانہ و فقہانہ کلام ہے اس سے ایک عام ناظر یہی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ کتاب ایک نہایت وسیع و عظیم الشان کتب خانہ میں بیٹھ کر لکھی گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ساری کتاب حالت سفر میں لکھی گئی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف کو علوم اسلامیہ بالخصوص حدیث و فقہ پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا۔ اور علوم دینیہ کا کتب خانہ ان کے سینے میں محفوظ تھا اور وہ اپنی قوت حفظ و استحضار میں محدثین و حنفیوں کی یادگار اور اپنے باکمال نادر روزگار استاد (شیخ الاسلام ابن تیمیہ) کے صحیح جانشین و نمونہ تھے۔

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۸۳)

آجے چل کر مولانا علی میاں مرحوم لکھتے ہیں:

اس کتاب کا قابل تنقید پہلو صرف یہ ہے کہ اس میں سیرت و حدیث فقہ و تاریخ، کلام، نحو، صرف اور تقریباً تمام علوم اسلامیہ قلمبند ہیں اور غالباً اس کتاب کی تالیف کے وقت ان پر ان کے شیخ (ابن تیمیہ) کی نسبت غالب تھی۔ اس لئے وہ ذرا سی نسبت سے کسی نحوی کلامی مسئلہ کو چھیڑ دیتے ہیں اور پھر پورے شرح و بسط کے ساتھ اس پر کلام کرتے ہیں۔ اگر اس میں سیرت و شمائل کو علیحدہ، مغازی و اہم واقعات کو علیحدہ، فقہ و احکام کو



علیحدہ اور نحوی مباحث کو علیحدہ درج کر دیا جائے۔ تو اس سے استفادہ آسان ہو جائے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کی اہم تصنیفات میں سے ہے جو ایک پورے کتب خانہ کی قائم مقام ہو اور اس کا وجود ایک 'تجر' محقق کثیر الفنون عالم کی موجودگی کے مترادف ہے۔ اور اس سے ہزاروں طالبین راہ خدا اور تلمیذین سنت نے اپنی راہنمائی اور روحانی غذا اور ایمانی عطاوت پائی۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۰۱)

زاد المعاد ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۲۹۸ھ میں ۹۲۶ صفحات پر مطبع نظامی کان پور سے شائع ہوئی۔ اور مصر سے ۱۳۲۳ھ میں ۹۲۶ صفحات پر شائع ہوئی۔ زاد المعاد کا اردو ترجمہ مولانا عبداللہ طارق دہلوی نے کیا ہے جو دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔ سید رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم نے بھی اس کا ترجمہ کیا جو نقیسی اکیڈمی کراچی نے شائع کیا ہے۔

مولانا پروفیسر غلام احمد حریری (۱۳۱۰ھ) نے بھی زاد المعاد کا اردو ترجمہ کیا جو ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ زاد المعاد کی تلخیص اور اس کا مختصر ترجمہ ابو یوسف مصری مرحوم نے اختصار ہدی الرسول کے نام سے کیا اور اس کا اردو ترجمہ عبدالرزاق طبع آبادی مرحوم نے "انوار حسنہ" کے نام کیا۔ جو فروری ۱۹۲۳ء میں الہلال بک انجمنی لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا جب کہ اسے تیسری بار ۱۹۷۹ء میں مجلس نشریات اسلام کراچی نے شائع کیا ہے۔

### شفاء و التحلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل:

حافظ ابن قیم نے اس کتاب میں مسائل قضاء و قدر کو قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ فرقہ جمیہ معتزلہ قدریہ اور اشعریہ کے عقائد کی تردید کی ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے عقائد کا رد کیا ہے۔ آپ کی یہ کتاب بہترین علمی مباحث پر مشتمل ہے اور تصانیف علمی مباحث کو بہترین عمدہ پیرایہ میں مل گیا ہے۔ حافظ ابن قیم نے اس کتاب میں مسئلہ افعال العباد پر قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس مسئلے میں فرقہ جمیہ قدریہ معتزلہ اور اشعریہ کے جو عقائد ہیں ان کی دلائل سے تردید کی ہے۔ حافظ ابن قیم مسئلہ افعال العباد میں اپنے شیخ (امام ابن تیمیہ) کے ہموار ہیں۔

## مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین:

حافظ ابن قیم کی یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں علم حقیقت اور علم شریعت کے اسرار و حکم بیان کئے گئے ہیں یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس میں فکر حکیم و خلق توہم اور مدوین مسلک سلف کا سب کچھ موجود ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف لکھتے ہیں:

”مدارج السالکین میں علامہ ابن قیم نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ملفوظات، معمولات اور تصوفی نکات عمدہ پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں (حیات ابن تیمیہ ص ۷۱۵)۔“

مولانا ابوالحسن علی مدوئی لکھتے ہیں:

”شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی منازل السائرین کی شرح ہے اور تصوف و سلوک کی بہترین کتابوں میں سے ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۸۰)۔“

مدارج السالکین میں حافظ ابن قیم نے صوفیہ کے غلط اور خلاف شریعت عقائد پر عمدہ پیرایہ میں تنقید کی ہے۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

ایک صوفی سے جب یہ کہا گیا کہ نماز پڑھے تو اس نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔  
(ترجمہ) (درد کا مطالبہ تو اس سے کیا جاتا ہے جو غافل ہو اس دل سے مطالبہ کرنے کی کیا حاجت ہے جو ہر وقت درد و وظیفہ میں مشغول رہتا ہے)۔“

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

”جو شخص سازگار حالات کے باوجود فرائض ادا کرنے کا قائل نہ ہو۔ وہ کافر اور دین سے خارج ہے جو سنت رسول ﷺ، نفع بخش علم جہاد امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ایسے امور کو کسی مصلحت کے پیش نظر چھوڑ رہا ہو جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہو وہ شخص دین میں ناقص ہے۔“

(مدارج السالکین ج ۳ ص ۷۰-۷۱)۔

مدارج السالکین کا اردو ترجمہ پروفیسر طیب شاہین نے کیا ہے۔ اور قاری کتب خانہ

مکتب نے اس کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اردو تراجم تصانیف ابن قیم:

حافظ ابن قیم کی درج ذیل کتابوں کے اردو تراجم ہو چکے ہیں۔

- (۱) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد
- (۲) اعلام الموقعین عن رب العالمین
- (۳) الطرائق الحکمیہ فی سیاست الشرعیہ
- (۴) الوابل الصیب فی ذکر الملکم الطیب
- (۵) تفسیر معوذتین
- (۶) جلاء الافہام فی الصلوٰۃ علی خیر الامام
- (۷) شفاء العلیل فی مسائل القضاء والحدود والحکمۃ والتطہیر
- (۸) روضۃ الخمین و نزہۃ المشائخ
- (۹) ہدایۃ العیاری من الیہود والنصارى
- (۱۰) مدارج السالکین شرح منازل السائرین



حافظ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ

۵۷۰۲.....۵۷۳۳ھ



## حافظ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ

میری جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے  
مسائل ادبیہ اور عربیت کے متعلق علمی سوالات کرتا تو وہ  
سیلاب کی طرح رواں ہو جاتے۔ (علامہ ذہبی)



## حافظ ابن عبد البہادی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد عبد البہادی بن قدامہ مقدسی الحنبلی ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (الہدایۃ والنہایۃ ج ۱۳ ص ۲۱۱)

اساتذہ و مظاہرہ: حافظ ابن عبد البہادی نے اپنے دور کے نامور اساتذہ فن سے جملہ علوم اسلامیہ میں تحصیل کی اور تمام علوم میں کمال پیدا کیا۔ آپ نے حدیث کی تحصیل حافظ ابو الجراح یوسف بن عبد الرحمن المزنی (م ۴۳۲ھ) سے کی۔ اور دس سال تک حافظ المزنی کی صحبت میں رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاص طور پر فنون حدیث و رجال میں اقران پر فائق تر ہو گئے اور ان فنون میں اس قدر مہارت حاصل کی کہ حافظ شمس الدین ذہبی (م ۴۲۸ھ) اور آپ کے استاد حافظ المزنی آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ (الدرر الکامنہ ص ۳۳۱)

حافظ ابن عبد البہادی نے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ اور کافی عرصہ شیخ الاسلام کی صحبت رہے۔ ۷۷۱ھ میں آپ نے امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) صاحب تفسیر کبیر کی کلامی کتاب "الاربعین" کا درس لیا اور امام ابن تیمیہ نے اس پر تعلیقات بھی لکھیں۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۷۶۸)

فضل و کمال: حافظ ابن عبد البہادی فن رجال اور مثل حدیث میں خاص طور پر مہارت اور بصیرت رکھتے تھے۔ اصول حدیث، اصول فقہ اور علوم عربیت میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے اور مذاہب اسلامیہ پر خاص طور پر نقطہ حاصل کیا تھا۔

حافظ ابن رجب بغدادی (م ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

﴿ولازم الشیخ تقی الدین ابن تیمیہ مدۃ وقراء علیہ قطعۃ من الاربعین

فی اصول الدین اللرازی﴾

(ترجمہ) (شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی صحبت میں عرصہ تک رہے اور ان سے امام رازی کی کتاب

الاربعین فی اصول الدین کا کچھ حصہ پڑھا۔ (بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۴۰۵) حافظ ابن عبد الہادیؒ معاصرین کی نظر میں:

حافظ ابن عبد الہادیؒ کے جامع الکلمات اور صاحب علم و فضل ہونے اور ان کے علمی تبحر اور زہد و ورع، تقویٰ و طہارت حفظ و ضبط عدالت و ثقافت امانت و دیانت ایمان و یقین، فہم و بصیرت و وسعت معلومات ذوق مطالعہ و ریاضت کا ان کے اساتذہ کرام اور ان کے معاصرین نے اعتراف کیا ہے۔

حافظ ابوالحجاج حزی (م ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

”جب کبھی ان سے ملتا ہوتا کوئی نہ کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (الدرالکامنہ)

حافظ طحس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

”وہ بڑے فقیہ بہت اچھے قاری محدث حافظ مہر ثنوی صاحب علوم فنون تھے۔ انہوں نے مجھ سے حدیث سنی اور کتابت کی اور میں نے بھی ان سے استفادہ کیا۔“

حافظ اب کثیر (م ۷۷۷ھ) لکھتے ہیں:

انہوں نے وہ علمی درجہ حاصل کیا جس تک بڑے بڑے معر علماء و اساتذہ عام طور پر نہیں پہنچتے۔ حدیث، نحو، صرف، فقہ، تفسیر، اصول، فقہ، اصول حدیث، تاریخ، قرأت، تمام علوم میں ان کو کمال حاصل تھا۔ ان کے بہت سے مفید مجموعے اور تعنیفات ہیں۔ وہ اساتذہ رجال و طرق حدیث کے بہت اچھے حافظ، جرح و تعدیل کے فن سے خوب واقف، علل حدیث کے مہر اور اس کی بہت اچھی سمجھ رکھنے والے تھے۔

علا کے ساتھ بہت اچھے طریقہ پر علمی مذاکرہ کرتے۔ ذہن نہایت سلیم تھا۔ طریقہ سلف پر اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت عطا فرمائی تھی۔ اور کتاب و سنت کے اتباع کی توفیق دی تھی۔ اعمال صالحہ پر مبر و ثبات سے قائم رہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۴۰۳)

وفات: حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابن عبد الہادیؒ تین ماہ سل کے بخارا اور پھوڑے

میں جتار رہنے کے بعد ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷۴۳ھ کو ۳۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

ان کے والد نے مجھے بتایا کہ ان کی زبان پر آخری الفاظ جو جاری ہوئے وہ یہ تھے:

﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ

الْعَوَابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

(ان کے جنازہ میں شہر کے قضاة و اعیان و مشاہیر علماء اور حکام شریک ہوئے۔ جنازہ

میں کثیر اژدہاں تھا۔ اور ایک خاص طرح کی نورانیت اور روشنی تھی (الہدایہ و التہایہ))

تصانیف: حافظ ابن عبد البہادی نے ۳۰ سال کی عمر پائی۔ اور تھوڑی سی مدت میں آپ نے

(۷۰) سے زائد علمی و تحقیقی اور جامع کتابیں تصنیف کیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی مدنی (م ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

”علامہ ابن عبد البہادی نے کم عمر پانے کے باوجود تصانیف کی ایک بڑی

تعداد یادگار چھوڑی۔ جو ضخامت اور صفحات کی تعداد کے لحاظ سے بھی

اہمیت رکھتی ہیں اور حسن تصنیف کے لحاظ سے بھی۔“

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۰۴)

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) تنقیح تحقیق فی احادیث التعلیق

(۲) المحرر المختصر الامام

(۳) الصارم المنکی فی الرد علی السکی

(۴) العقود الدریدی فی مناقب شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ

(۵) الاحکام الکبریٰ (۷ جلد)

(۶) کتاب العمدۃ فی الکھاظ (۲ جلد)

(۷) تعلیقہ لثقات (۲ جلد)

(۸) احادیث الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

(۹) الاعلام فی ذکر مشائخ الاممہ الاعلام اصحاب الکتب والسنن

(۱۰) تطبیق علی سنن البیہقی (۲ جلد)



(۱۱) المخصی من تہذیب الکمال للمزی (۵ جلد)

(۱۲) منتخب من مسند الامام احمد بن حنبل (۲ جلد)

(۱۳) منتخب من البہمی

(۱۴) منتخب من سنن ابی داؤد

(۱۵) شرح الفیہ لابن مالک

(۱۶) الرد علی ابی حیان الخوی

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۰۶)

چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف: حافظ ابن عبد البہادی کی چار مشہور تصانیف کا مختصر

تعارف درج ذیل ہے۔ تنقیح تحقیق فی احادیث التعلیق

حافظ ابن عبد الرحمن بن علی جوزی (م ۷۵۹ھ) نے "التحقیق فی احادیث التعلیق" کے

نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں ان احادیث کو جمع کیا جن کا تعلق احکام سے تھا۔ حافظ ابن عبد البہادی نے اس پر تنقیح تہذیب ترتیب اور مزید تحقیق کی۔

المحرر للاختصار الامام: علامہ تقی الدین ابن دینق العید (۷۰۲ھ) کی کتاب الامام فی احادیث ولا حکام کا بہت عمدہ اختصار ہے یہ کتاب مطبوع ہے۔

الصارم المکفی فی الرد علی السکسک علامہ تقی الدین ابن بکی (م ۷۷۱ھ) نے امام ابن تیمیہ

کی تردید میں "شفاء القمام فی زیارة خیر الانام" کے نام سے فصلوں میں ایک رسالہ لکھا۔ جس میں امام ابن تیمیہ کے مسئلہ زیارت قبر نبوی ﷺ پر تنقید کی گئی۔

حافظ ابن عبد البہادی نے "شفاء القمام" کی تردید میں "الصارم" لکھی۔ اور محدثانہ نقطہ

نظر سے بحث کی۔

علامہ خیر الدین نعمان بن محمود آلوسی (م ۱۳۱۳ھ) کتاب الصارم کے بارے میں لکھتے

ہیں:

﴿هو كتاب يدل على كمال اطلاعه في الرجال و غرابة علمه﴾

(جلاء العینین بحوالہ حیات ابن تیمیہ ص ۷۶۹)

یہ کتاب مصنف کی رجال میں وسعت نراوران کے فراوت علم پر شاہد عمل ہے۔ علامہ سبکی کی کتاب "شفاء السقام" کے بارے میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (۱۳۵۱) لکھتے ہیں:

مجھے سبکی کے رسالے میں کزور روایات کے سوا کچھ نہیں ملا۔

(العرف الحدی، ص ۱۶۴)

حافظ ابن عبداللہ ہادی کی کتاب "الصارم لمنکلی فی الروعی المسکلی" کے بارے میں ہیں: حافظ ابن رجب (م ۷۹۵ھ) 'حافظ ابن کثیر (م ۷۴۲ھ) حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۴ھ) حافظ محمد بن ابوبکر شافعی (م ۸۴۳ھ) اور محی السنہ مولانا سید ثواب محمد بن حسن خاں (۱۳۰۷ھ) نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

"الصارم لمنکلی" ۱۳۱۹ھ میں مطبع خیرہ مصر سے ۳۲۸ صفحات پر شائع ہوئی۔ (حیات ابن تیمیہ، ص ۷۶۹)

العقود الدرر فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہ:

اس کتاب میں حافظ ابن عبداللہ ہادی نے امام ابن تیمیہ کے حالات و خصائص کے ساتھ ساتھ ان کی دعوت و توحید و سنت کو ان کی تحریروں کی روشنی میں نمایاں کیا ہے اس کتاب کی تالیف کا ایک بڑا فائدہ ہوا کہ امام صاحب کی تحریروں میں بھی اس کتاب میں محفوظ ہو گئی ہیں۔ (حیات ابن تیمیہ، ص ۷۶۹)



# حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۵۷۷۳.....۵۷۰۱



## حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

پختہ کار فقہیہ، محقق، محدث اور نقاد و مفسر ہیں اور مفید  
معلومات رکھتے ہیں۔ (حافظ ذہبی)

فتویٰ تدریس، مناظرہ، فقہ، تفسیر اور نحو میں خاص دستگاہ تھی  
رجال، علل حدیث میں نظر وسیع تھی۔ (ابوالحسن علی ندوی)



## حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے نامور عالم اور مصنف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں فضل و کمال اور جامعیت کے جملہ اوصاف جمع کر دیے تھے۔ تفسیر حدیث، اصول فقہ، تاریخ، انساب و رجال، ادب، معانی و بیان، لغت و عربیت، فنی کہ شعر و سخن میں آپ کو مکمل دستگاہ حاصل تھی اور اکثر علوم میں ان کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔

نام و ولادت: نام اسمعیل بن عمر بن کثیر، لقب عماد الدین اور کنیت ابو القاسم، ۱۰۷۰ھ میں شام کے قریہ جیدل میں پیدا ہوئے۔ ۵۰۳ھ میں اپنے والد کے سایہ عافیت سے محروم ہو گئے اور ۵۰۷ھ میں اپنے برادر اکبر عبدالوہاب کے ساتھ دمشق آئے۔ اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ تحصیل علم: تعلیم کا آغاز اپنے برادر معظم علامہ کمال الدین عبدالوہاب سے کیا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف علوم مختلف اساتذہ کرام سے پڑھے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے برادر معظم عبدالوہاب کے علاوہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عبدالرحمان فزاری، شیخ کمال الدین بن قاضی شیبہ اور علامہ شمس الدین محمود بن عبدالرحمان صنفائی شامل ہیں۔

حدیث کی تحصیل جن اساتذہ کرام سے کی ان کے نام یہ ہیں:

- علامہ عیسیٰ بن مطعم
- علامہ بہاؤ الدین قاسم بن عساکر (م ۴۳۳ھ)
- عقیف الدین اسحاق بن یحییٰ اللامدی (م ۴۴۵ھ)
- علامہ بدر الدین محمد بن ابراہیم المعروف ابن سوبیدی (م ۴۱۱ھ)
- علامہ ابن الرضی
- حافظ ذہبی (م ۴۲۸ھ)
- عماد الدین محمد بن شیرازی (م ۴۳۹ھ)

● علامہ حافظ جمال الدین بن یوسف عبدالرحمان مزی شافعی

● مصنف تہذیب الکمال (م ۱۲۲ھ)

● شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبداللیم بن تیمیہ حرانی (م ۷۲۸ھ)

لیکن ان تمام حضرات میں سب سے زیادہ استفادہ آپ نے حافظ مزی سے کیا۔ حافظ مزی نے خصوصی تعلق کی بنا پر اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس وجہ سے آپ نے بہت زیادہ اکتساب فیض حافظ مزی سے کیا۔ اور مدت تک آپ کو حافظ مزی کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

حافظ ابن تیمیہ کی شاگردی: حافظ ابن کثیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی صحبت میں کافی عرصہ رہے اور ان سے مختلف علوم و فنون میں استفادہ کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے بہت محبت و عقیدت تھی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ عقلی المذہب تھے اور حافظ ابن کثیر شافعی المذہب تھے۔ لیکن ابن تیمیہ کی تحقیقات عالیہ سے بہت متاثر تھے۔ مسائل طلاق وغیرہ کئی مسائل میں ابن تیمیہ کے ہموار تھے۔ جس کی بنا پر ان کو بھی طلاق و کفر اور لوگوں کی ایذا رسانی سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ نے حافظ ابن تیمیہ سے خوب استفادہ کیا۔ فقہاء عسلی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کثیراً و الازمہ واحبہ و انقطع بعلمہ۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۷۰)

مولانا عطاء اللہ حقیف (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

”اساتذہ میں سب سے زیادہ خصوصیت آپ کو حافظ ابوالکجاج مزی سے تھی۔ دوسرے درجہ امام ابن تیمیہ سے حافظ مزی نے قائل شاگرد کو اپنی لڑکی کا رشتہ بھی دے دیا تھا۔ مزی چونکہ امام ابن تیمیہ کے بہت گرویدہ اور ہم مسلک ہو گئے تھے غالباً اس وجہ سے حافظ ابن کثیر کا امام ابن تیمیہ سے تعلق خاطر ہی نہیں سلسلہ تکمذ قائم ہو گیا اور خوب فیض حاصل کیا۔“

(حیات ابن تیمیہ ص ۷۰)

فضل و کمال: حافظ ابن کثیر کے جامع الکلمات ہونے کا ارباب میر نے اعتراف کیا ہے۔ حافظ زہبی (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں: ”وہ پختہ کار فقیر، محقق، محدث اور نقاد و مفسر تھے اور مفید تصانیف رکھتے تھے۔“

علامہ عبدالحی ابن الہمام حنبلی (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں:

”تاریخ“ حدیث اور تفسیر جیسے علوم کی ریاست کا آپ پر خاتمہ ہے۔  
احادیث کے رجال، جرح، تعدیل اور ان کی صحت و عدم صحت کے وہ  
بڑے واقف کار تھے۔ اور آپ کے معاصرین اور شیوخ تک کو اس بات  
کا اعتراف تھا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”بڑے حاضر العلم اور کثیر الحکموں کا تھے۔ ان کی تصانیف ان کی زندگی  
ہی میں ملکوں میں پھیل گئی تھیں اور لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ان  
سے فائدہ اٹھایا۔“

علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

”وہ فقہ تفسیر اور نحو کے بڑے امام تھے۔ رجال اور علل حدیث پر ان کی  
گہری نظر تھی۔“ (کاروان حدیث ص ۳۲۲-۳۲۳)

مشہور مورخ علامہ ابوالحسن جمال الدین یوسف بروی لکھتے ہیں: کہ

حدیث و تفسیر فقہ اور عربیت میں ان کو بڑی معلومات تھی حافظ

ابوالحسن حسینی فرماتے ہیں:

فقہ تفسیر اور نحو میں ماہر تھے اور رجال و علل حدیث میں بڑی گہری نظر پیدا

کی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱ ص ۶)

حافظ ابن کثیر بڑے زاہد عابد، ذاکر اور کثافت مزاج تھے۔ ان کی ساری زندگی درس و

تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوئی۔ حافظ ذہبی کی وفات (۷۴۸ھ) کے بعد مدرسہ ام

صالح اور مدرسہ تنکوہ کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ طبیعت بڑی کثافت پائی تھی۔ شعر و

سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ بڑے بذلہ رخ تھے۔ اور بڑا پر لطف مزاج کیا کرتے تھے۔

وفات: آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ شعبان (۷۷۴ھ) میں ۷۳ سال کی عمر میں دمشق

میں وفات پائی۔ اور مقبرہ الصوفیہ کے قبرستان میں اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی قبر کے قریب

دفن ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۳)

تصانیف: حافظ ابن کثیر بلند پایہ معنف تھے۔ آپ نے بہترین علمی و تحقیقی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ آپ نے تفسیر حدیث، سیرت اور تاریخ میں بہت عمدہ اور نفیس کتابیں لکھیں۔ مورخین نے آپ کی تصانیف کی افادیت اور ان کی قبولیت کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کی تصانیف کو مفید قرار دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تصانیف میں ایک خصوصیت خاص طور پر پائی جاتی ہے کہ الہی میں بہت سے مسائل میں امام ابن تیمیہ کی بہوائی پائی جاتی ہے۔

مشہور اہلحدیث عالم اور محقق شہیر مولانا عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

”حافظ ابن کثیر کی تالیف میں بہت سے مسائل کی ابن تیمیہ سے بہوائی پائی جاتی ہے اور ان کے اصول تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔ تفسیر کے

دیباچہ کا اکثر حصہ امام ابن تیمیہ کے مقدمہ اصول تفسیر سے ماخوذ ہے جن کو ساری تفسیر میں طوطا رکھا گیا ہے۔ بلکہ اگر یہ سمجھ لیا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ

امام ابن تیمیہ کے بیان کردہ قرآن فہمی کے سادہ اور صحیح اصول کے مطابق بڑی حد تک مطابق اگر کوئی پوری تفسیر لکھی گئی ہے تو وہ حافظ ابن کثیر کی تفسیر

ہے۔ اس لحاظ سے ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے یہ خصوصیت ابن کثیر کے حصے میں آئی۔“

(حیات ابن تیمیہ ص ۷۷۰)

فہرست تصانیف: حافظ ابن کثیر کی تصانیف کے جو نام معلوم ہو سکتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:

- (۱) تفسیر القرآن العظیم
- (۲) البدایہ والنہایہ
- (۳) التکمیل فی معرفۃ الشیخات والضعفا والجائیل
- (۴) الہدی السنن فی احادیث المساید والسنن (جامع المساید)
- (۵) طبقات الشافعیہ
- (۶) مناقب الشافعی
- (۷) تخریج احادیث اولیۃ التیمیہ
- (۸) تخریج احادیث مختصر ابن حاجب



- (۹) شرح صحیح بخاری
- (۱۰) الاحکام الکبیر
- (۱۱) اختصار علوم الحدیث
- (۱۲) مسند الشیخین
- (۱۳) السیرۃ النبویہ
- (۱۴) المفصول اختصار سیرۃ الرسول
- (۱۵) کتاب المقدمات
- (۱۶) مختصر کتاب المدخل للصحیح
- (۱۷) الاجتہاد فی طلب الجہاد
- (۱۸) فضائل القرآن
- (۱۹) ترتیب مسند احمد بن حنبل معہ مجموع طبرانی و زوائد مسند ابو یعلیٰ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف : [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

حافظ ابن کثیر کی پانچ مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

البدایہ والنہایہ: یہ فن تاریخ میں حافظ ابن کثیر کی مشہور تصنیف ہے۔ اس میں ابتداء کے کائنات سے لے کر آخرت تک کے احوال درج ہیں۔ پہلے انبیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ پھر سیرت نبویہ کا بیان ہے اور اس کے بعد خلافت راشدہ سے لے کر اپنے عہد تک مفصل تاریخ لکھی ہے۔ پھر اشراف السعۃ اور احوال آخرت کا بیان ہے اس کتاب میں حافظ ابن کثیر نے کتاب وسنت کی تصریح پر اعتماد کیا ہے اور اسراخیلیات اور ضعیف روایات سے اجتناب کیا ہے۔

یہ کتاب ۱۲ جلدوں میں ہے۔ ۱۳۵۱ھ میں مصر سے شائع ہوئی اور سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود (م ۱۹۵۶ء) نے اس کی طباعت کے اخراجات برداشت کئے اور طوائف کرام میں مفت تقسیم کی۔ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ٹیکس اکیڈمی کراچی نے شائع کیا ہے۔

اختصار علوم الحدیث: مخی الہ سے مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۷۷ھ) نے اپنی کتاب "منہج الوصول فی اصطلاح احادیث الرسول" میں اس کا نام "الباعث الخفی علی علوم الحدیث" لکھا ہے۔ یہ کتاب حافظ ابن صلاح (م ۶۳۳ھ) کی مشہور کتاب "علوم الحدیث" معروف ہے۔

مقدمہ ابن صلاح کا جو اصول حدیث میں ہے۔ اختصار ہے مصنف نے اس میں جا بجا اضافے کئے ہیں۔

الہدی والسنن فی احادیث المساجد والسنن:

یہ کتاب ”جامع المساجد“ کے نام سے مشہور ہے

حافظ ابن کثیر نے اس میں مسند احمد بن حنبل، مسند بزار، مسند ابی حنبل، مسند ابن ابی شیبہ اور صحاح ستہ کی روایات کو جمع کر کے ان کو ابواب پر مرتب کر دیا ہے۔

یہ کتاب ۳۸ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

السیرۃ النبویہ: حافظ ابن کثیر نے چار جلدوں میں آنحضرت ﷺ کی سیرت لکھی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی نے کیا ہے۔ اور مکتبہ قدوسیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر:

حافظ ابن کثیر کو جس تعنیف کے ذریعہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ آپ کی شہرہ آفاق تفسیر ہے۔ یہ تفسیر آپ کی علمی تبحر و وسعت مطالعہ اور بالغ نظری کا مکمل ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ اس تفسیر کو ہر زمانہ میں مقبولیت حاصل رہی اور علمائے کرام نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد تھے اور آپ امام ابن تیمیہ کی تحقیقات عالیہ سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اس لئے آپ نے اس تفسیر میں امام ابن تیمیہ کے رسالہ اصول تفسیر کو پیش نظر رکھا ہے اور تفسیر کے مقدمہ میں ابن تیمیہ کے رسالہ اصول تفسیر سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور اس کے بیشتر علمی نکات اس رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس تفسیر میں سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی کی ہے۔ آپ نے سب سے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کے پیش نظر ایک آیت کی تفسیر اسی مضمون کی دوسری آیات کی روشنی میں کی ہے۔ اس کے بعد احادیث نبوی ﷺ کو نقل کیا ہے اور احادیث کی اسناد و رجال پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے بعد حدیث نبویہ کے آثار صحابہ و اقوال تابعین کو لاتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر کا یہ ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔

علمائے اسلام نے اس تفسیر کی بہت تعریف کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م

۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

﴿لہ تفسیر الذی لم یؤلف مثله﴾

(اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی)

علامہ محمد بن شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

”تفسیر بالروایت میں یہ تفسیر سب سے زیادہ مفید ہے۔ اس میں جمع کیا

اور خوب محفوظ کر دیا مذاہب نقل کئے حدیثیں لکھیں آثار دروج کئے اور

بہت ہی عمدہ اور نہایت نفیس کلام فرمایا۔“ (تفسیر ابن کثیر اردوج ص ۸)

تفسیر قرآن کے سلسلہ میں سب سے صحیح اور محفوظ طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر

قرآن مجید سے کی جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ سے کی جائے۔ کیونکہ سنت سے

قرآن مجید کی شرح، تفصیل، معین اور توضیح ہوتی ہے۔ تیسرا طریقہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر

اقوال صحابہ سے کی جائے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید سے سب سے زیادہ واقفیت رکھتے

تھے۔ اور ان کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ اور ان سب باتوں کے علاوہ فہم سلیم، علم صحیح اور عمل

صالح سے بہرہ ور تھے۔ چوتھا طریقہ تفسیر کا اقوال تابعین سے ہے۔ کیونکہ یہ حضرات براہ راست

صحابہ رسول ﷺ سے مستفید ہوئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے متعلق ان حضرات کی

معلومات متاخرین سے بہر صورت زیادہ تھیں۔ یہ چاروں مرکزی بنیادی اصول ہیں۔ جن کا حافظ

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں التزام کیا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

”تفسیر ابن کثیر سے پہلے اہل منقول نے جو تفسیر لکھیں ان میں محدثانہ

احتیاط اور احادیث کے صحیح انتخاب کی بڑی کمی اور ضعیف و اسرار علییات کی

بڑی کثرت تھی۔ حافظ ابن کثیر ایک پختہ کار محدث تھے۔ انہوں نے

محدثانہ طریق پر یہ تفسیر مرتب کی۔ اگرچہ وہ اس میں بلند پایہ محدثانہ معیار

کو پورے طور پر قائم نہیں رکھ سکے۔ جس کی ان کی توقع تھی اور انہوں نے

کسی قدر توسع سے کام لیا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ تفسیر میں

محدثانہ نقطہ نظر سے یہ تفسیر سب سے زیادہ قابل اعتماد و استفادہ ہے۔“

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۰۸)

برصغیر (پاک و ہند) میں تفسیر ابن کثیر سب سے پہلے امیر الملک والا جانی مولانا سید

نواب صدیق حسن خاں قنوجی رییس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے ۳۰ ہزار روپے خرچ کر کے مصر سے

طبع کرائی۔ اور شائقین میں مفت تقسیم کی۔ (ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات)

تفسیر ابن کثیر کا اردو میں کئی علمائے اہلحدیث نے ترجمہ کیا۔

● مولانا حافظ ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)

● مولانا محمد بن ابراہیم جو ناگرھی (م ۱۳۶۱ھ)

● مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (م ۱۹۷۷ء)

مولانا محمد بن ابراہیم جو ناگرھی کا ترجمہ بنام ”تفسیر محمدی“ ۳۰ پاروں میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی نے شائع کیا۔ مگر اس پر مترجم کا نام نہیں لکھا۔ دوسری باری یہ تفسیر ”ابن کثیر اکیڈمی لاہور نے ۱۳۹۱ھ میں ۵ جلدوں میں شائع کی۔ تیسری بار مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی نے ۲۰ جلدوں میں شائع کی۔ یہ اشاعت دہلی کی اشاعت کافونٹوشیٹ ہے۔ چوتھی بار ۱۹۹۳ء میں مکتبہ قدوسیہ لاہور نے ۵ جلدوں میں شائع کی ہے۔ یہ اشاعت پہلی اشاعتوں سے بہت عمدہ اور نفیس ہے۔ اس میں ذیلی عنوانات بھی قائم کئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات پر زبان و بیان کی اصلاح بھی کی گئی ہے۔

مولانا محمد داؤد راغب رحمانی کا ترجمہ بنام ”الفضل الکبیر ترجمہ تفسیر ابن کثیر“ مکتبہ

اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی کے زیر اہتمام زیر طبع ہے۔

تفسیر ابن کثیر کا انگریزی ترجمہ مکتبہ دارالاسلام پٹنہ (سعودی عرب) نے شائع کروایا ہے۔



حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

۵۷۶۳.....۵۷۶۸



## حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

”تصنیف و تالیف کا بہت اچھا ملکہ رکھتے تھے، فن قرآن،  
 فقہ، حدیث، عقائد، سلف، زہد و اخلاق، تاریخ اور تاریخ  
 اسلامی پر کتابیں لکھیں۔ ان کی زندگی میں آپ کی  
 تصانیف کو قبول عام حاصل ہو گیا۔ حدیث اور تاریخ میں  
 ان کی مہارت مسلم تھی۔ (محمد عطا اللہ حنیف بھوجیالی)



## حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ کے خاص تلامذہ میں حافظ ذہبی بھی شامل ہیں۔

نام و ولادت: شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد عثمان بن قانماز ترکمانی ذہبی ۶۷۳ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد نسلاً ترکمانی تھے۔ چونکہ پیشہ کے لحاظ سے سارے اس لئے ذہبی کہلائے۔

تعلیم: جس دور میں حافظ ذہبی کی پیدائش ہوئی اس وقت سرزمین شام علوم و فنون کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اولاً دمشق کے اساتذہ فن سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۸ برس کی عمر میں حدیث نبوی کی تحصیل میں مصروف ہوئے۔ اس سلسلہ میں حجاز اور مصر کا سفر بھی کیا۔ آپ نے جن اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا۔ مورخین نے انکی تعداد ۱۳۰۰ بتائی ہے۔ حافظ ذہبی نے اپنے ۳۶ مشہور اساتذہ کا تذکرہ اپنی تصنیف ”تذکرۃ الحفاظ“ کے آخر میں کیا ہے جن سے آپ نے حدیث کا سماع کیا۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- (۱) حافظ ابو الحسن علی بن شیخ (م ۵۰۱ھ)
- (۲) امام ابو الحسن علی بن مسعود بن نفیس موصلی (م ۵۰۳ھ)
- (۳) محدث صفی الدین محمود بن ابو بکر (م ۵۲۳ھ)
- (۴) امام شرف الدین احمد بن ابراہیم شافعی (م ۵۰۵ھ)
- (۵) حافظ علم الدین ابو محمد قاسم بن محمد بن یوسف (م ۵۳۹ھ)
- (۶) امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابوالفتح (م ۵۰۹ھ)
- (۷) محدث شمس الدین محمد عبدالرحمان بن اسامہ (م ۵۰۸ھ)
- (۸) امام مقبری قطب الدین بن عبد الکریم بن عبدالنور طبری (م ۵۳۵ھ)

- (۹) علامہ ابو العلاء شمس الدین محمود بن ابو بکر بخاری (۵۷۰۰)
- (۱۰) امام شمس الدین محمد بن ابراہیم ہندس (۵۷۳۳م)
- (۱۱) امام شیخ حرم فخر الدین بن محمد بن عثمان مصری (۵۷۱۳)
- (۱۲) حافظ فتح الدین ابوالفتح محمد بن سید الناس (۵۷۳۳م)
- (۱۳) شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن مظفر نابلسی (۵۷۵۶م)
- (۱۴) علامہ علاؤ الدین علی بن مظفر بن ابراہیم کنڈی (۵۷۱۶م)
- (۱۵) شیخ محدث نجم الدین اسماعیل بن ابراہیم انصاری (۵۷۰۳)
- (۱۶) شیخ امام شہاب الدین احمد بن زہر مصری (۵۶۹۵م)
- (۱۷) شیخ امام محدث ضیاء الدین عیسیٰ بن یحییٰ سہمی (۵۶۹۶م)
- (۱۸) شیخ امام شرف الدین حسن بن علی بن عیسیٰ (۵۶۹۹م)
- (۱۹) امام ابوالحسن علی بن ابراہیم بن داؤد مشقی (۵۷۳۳م)
- (۲۰) امام محدث نجم الدین موسیٰ بن ابراہیم شعراوی (۵۷۰۲)
- (۲۱) امام شیخ شرف الدین یعقوب بن احمد بن الصابونی (۵۷۳۰)
- (۲۲) قاضی القضاة امام شمس الدین محمد بن مسلم بن مالک (۵۷۲۶)
- (۲۳) امام ابوالحسن علی بن محمد ترکی شافعی (۵۷۱۷م)
- (۲۴) امام فخر الاسلام صدر الدین ابراہیم محمد بن مؤید خراسانی (۵۷۲۳م)
- (۲۵) شیخ امام شمس الدین محمد بن محمد بن حسن مصری (۵۷۵۶م)
- (۲۶) امام محدث محبت الدین عبداللہ بن احمد مقدسی (۵۷۳۷م)
- (۲۷) امام شیخ زین الدین عمر بن حسن بن عمرو مشقی (۵۷۲۶م)
- (۲۸) امام شیخ فخر الدین عثمان بن بلہان مقاتلی (۵۷۱۷م)
- (۲۹) شیخ فخر الدین بن عبدالرحمان بن محمد بن فخر ہلکی (۵۷۳۲م)
- (۳۰) قاضی القضاة امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی (۵۷۵۳م)
- (۳۱) شیخ امام امین الدین محمد بن ابراہیم بن محمد الوانی (۵۷۳۵)
- (۳۲) امام محدث صلاح الدین ابوسعید ظلیل بن کرکندی (۵۷۶۱)



(۳۳) امام شیخ بہاؤ الدین ابو محمد عبداللہ محمد بن ابوبکر مکی شافعی (ولادت ۶۹۳ھ)

(۳۴) امام محدث شیخ عماد الدین السطیل بن عمر بن کثیر شافعی (۷۷۴ھ)

(۳۵) امام محدث تقی الدین محمد بن سعد الدین بن سعد

(۳۶) امام شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی (۷۴۳ھ)

اساتذہ خاص: امام شمس الدین ذہبی نے جن اساتذہ کرام سے بہت استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں:

(۱) علامہ ابوالحجاج مزنی (۷۷۲ھ)

(۲) علامہ ابن ذوق العید (۷۰۲ھ)

(۳) شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ (۷۲۸ھ)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے حلقہ درس میں ۶۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ان کی تحقیقات عالیہ سے استفادہ کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں کہ

”حافظ ذہبی نے ”مجموع شیوخ“ میں لکھا ہے کہ مسند احمد بن حنبل اور

مصنفات قاضی ابوعلی ابن بطائین مندرجہ وغیرہم کا برتاہلہ اور بعض دیگر

مصنفات سے کی اجازت قرآؤ و سماع کے ساتھ میں نے ابن تیمیہ سے لی

ہے۔ اس کے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت و استاد

بھی حاصل کی ہیں۔ ہفتیہ میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہ کی اجازت

جمع مصنفات کے لئے درج کی ہے ان کا مشہور رسالہ ”رفع الملام عن

ائمۃ اعلام“ ہے۔ اس کو اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس کے خاتمہ میں لکھتے

ہیں۔ سمعت ہذا کتاب علی مولاہ شیخنا الامام۔“ (تذکرہ ص ۵۱ طبع اول)

فراغت تعلیم کے بعد: تحصیل سے فراغت کے بعد متعدد مدارس میں تدریس تعلیم کے فرائض

انجام دیئے۔ مدرسہ امام صالح سے تدریس کا آغاز کیا اور اس کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ بعد

ازال دارالحدیث الظاہریہ پھر مدرسہ نفیسیہ اور آخر میں الشکریہ کے شیخ الحدیث رہے۔

تلامذہ: آپ سے بے شمار علما و فضلاء نے استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے:

(۱) قاضی القضاة تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (۷۷۴ھ)

(۲) علامہ شمس الدین ابوالحسن بن علی الحسینی (۷۱۵ھ)

(۳) قاضی جمال الدین ابوالطیب الحسینی بن علی السبکی (۷۵۵ھ)

(۴) علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مفلح الصامی الحسینی

(۵) صلاح الدین ابوالصفا ظلیل بن ایکب شافعی (۷۶۳ھ)

(۶) قاضی القضاة موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن محمد الجاوی الحسینی (م ۷۹۹ھ)

علم و فضل: علم و فضل کے اعتبار سے امام ذہبی کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان کے علم فضل اور جامع الکمالات ہونے کا اعتراف ان کے معاصرین اور ارباب سیرت نے کیا ہے۔ حافظہ بہت قوی تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا تھا اور اس نعمت کی بدولت تھوڑی ہی مدت میں حدیث و تاریخ پر مہارت حاصل ہو گئی۔

اخلاق و عادات: امام ذہبی عمدہ اخلاق و اوصاف کے حامل تھے۔ پورے عالم اسلام میں اپنے علم و فضل کی بنا پر احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ تقویٰ و طہارت سے بھی متصف تھے۔ بڑے مہذب و گزراور ذکر و اذکار کرنے والے تھے۔

حافظ ذہبی اور امام ابن تیمیہ: حافظ ذہبی امام ابن تیمیہ کے تمیز خاص تھے اور انہیں اپنے استاد سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ حافظ ذہبی نے اپنی والدہانہ محبت اور عقیدت کی بنا پر امام ابن تیمیہ کا تذکرہ اپنی درج ذیل تصانیف میں کیا ہے۔

● تاریخ الاسلام ● المعجم الشیوخ الکبیر

● المعجم الشیوخ الاوسط ● المعجم الشیوخ الصغیر

● المعجم الشیوخ المختص بالمحدثین ● تذکرۃ الحفاظ

حافظ ذہبی امام ابن تیمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ان کو صرف اللہ کی راہ میں مخالفین نے ایذا نہیں پہنچائیں اور خالص

سنت بیان کرنے کی وجہ سے ان کو دھمکیاں دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے

ابن تیمیہ کا وقار بلند کیا اہل تقویٰ کو ان کی محبت پر جمع کر دیا اور ان کے

دشمنوں کی سازشیں ناکام بنا دیں۔ عوام ان سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ

آپ اپنی زبان اور قلم سے ان کو نفع پہنچانے کے لئے ہر وقت رات دن مستعد رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکام و امراء کے دلوں کو امام صاحب کی اطاعت و انقیاد پر مائل کر دیا تھا۔ ان کے باعث شام بلکہ عالم اسلام زندہ ہو گیا۔ ابن تیمیہ زہد و ورع، کمال فکر و سرعت اور اک اور خوفِ الہی اور حدود اللہ کی تعظیم میں شہرت رکھتے تھے۔ فضلاء عصر اور متصوفین پر ان کی تعظیم و نادرست ہے۔ لیکن محل نظر بھی اگر ہے تو جذبہ نفسانی سے نہیں بلکہ اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ امام ابن تیمیہ کا مستقل اصول یہ ہے کہ وہ غلطیوں میں لوگوں کو معذور سمجھتے ہیں۔ انہوں نے عقلی نظریوں کو خوب جانچا۔ متکلمین کے اقوال پہنچانے۔ پھر سب کے اغلاط کا رد کیا اور اولیٰ و براہین کی سنت کی تائید کی۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۷۷۷-۷۷۸)

حافظ ذہبی کی امام ابن تیمیہ سے محبت و عقیدت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے فتون حدیث میں امام صاحب کو یگانہ عصر پایا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

”ابن تیمیہ رجال جرح و تعدیل طبقات رواۃ۔ عالی منازل صحیح و سقیم کی معرفت میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ حفظ متون میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کے عہد میں اس پائے کا کیا ان کے قریب قریب بھی کوئی شخص نہیں تھا۔ احادیث کے استحضار پر ان سے استدلال و استخراج میں عجوبہ و زکاوت تھی۔ صحاح ستہ اور امام مسند احمد بن حنبل کی احادیث کے لئے وہ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہمارے یہ کہا جاسکتا ہے۔ ”جس حدیث کا ابن تیمیہ کو پتا نہیں وہ حدیث ہی نہیں۔“

احاطہ تو اللہ تعالیٰ کو ہے مگر یہ ضروری ہے کہ ابن تیمیہ دریا ہیں۔ اور دوسرے لوگ ان سے نقلی ہوئی نہریں یا نالیاں ہیں۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۷۷۵)

وفات: حافظ ذہبی نے ۳ ذی قعدہ ۷۴۸ھ کو ۷۵ سال کی عمر میں دمشق میں انتقال کیا اور باب صغیر کے قبرستان میں پر د خاک کئے گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۲۲۵)

تصانیف: امام ذہبی کی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوئی۔ ارباب میر نے ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو کے قریب بتائی ہے۔ آپ تصنیف و تالیف کا بڑا عمدہ ذوق اور ملکہ رکھتے تھے۔ آپ نے فن قرآن، فنون حدیث، عقائد، سلف، زہد و اخلاق اور تاریخ اسلامی کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ جن کو آپ کی زندگی میں قبول عام حاصل ہو گیا۔

علمائے اسلام نے حافظ ذہبی کی تعریف و توصیف کی ہے۔

علامہ صلاح الدین خلیل صدیقی (۶۳۴ھ) لکھتے ہیں:

”حافظ ذہبی فقیر، انظر مصنف تھے۔ ہر سنی سنی روایت نہیں لکھ دیتے۔ نہ جامد نہ کون، جو لکھتے ہیں تحقیق سے لکھتے ہیں۔ ان کو سلف کے مذاہب اور اہل کلام کے مقالات کی پوری پوری خبر ہے۔ ان کا یہ طریقہ مجھے بہت پسند آیا۔ کہ وہ جو حدیث لاتے ہیں عموماً اس کی استنادی حیثیت بتا دیتے ہیں۔ یہ خصوصیت دوسری جگہ نظر نہیں آئی۔“ (حیات ابن تیمیہ ص ۷۷)

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ھ) لکھتے ہیں:

”علمائے حدیث متاخرین میں سے کسی مصنف کے بھی ہم اخلاف امت و پیارگان دور آخر پر اس درجہ احسان نہیں جس قدر حافظ ذہبی کا۔ اگر کوئی دوسرا اس وصف میں ان کا شریک ہے تو وہ ان سے متاخر حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ ویسے لہما ثائلاً۔ یہی وہ دو حافظ و ناقد علوم حدیث ہیں جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر وہ خزائن خلف کے لئے محفوظ کر دیئے۔ بلکہ تمام مشکلات و معضلات کار کو صاف کر کے اور ضبط و اتقان و تہذیب و ترتیب و تنقیح و تشریح و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کر کے تمام آنے والی امت کے لئے اجراع سنت کی راہ بالکل سہل کر دی۔ علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گزرا ہے۔ اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا۔ سو علم حدیث کے دو دروم میں ان دو بزرگوں کی خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع و نفع ہوئی ہیں۔“

(تذکرہ ص ۱۳۷ طبع اول)

فہرست تصانیف: امام ذہبی کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

- |                                   |                                       |
|-----------------------------------|---------------------------------------|
| (۱) تاریخ اسلام الکبیر            | (۱۲) المعجم الشیوخ الاوسط             |
| (۲) تذکرۃ الخطا                   | (۱۳) المعجم الشیوخ الصغیر             |
| (۳) میزان الاعتدال                | (۱۴) المعجم الشیوخ المصنوع بالحدیثین  |
| (۴) تجرید الاسماء الصحابہ         | (۱۵) قرۃ العینین فی ضبط رجال الصحیحین |
| (۵) دول الاسلام                   | (۱۶) تلخیص المسند رک حاکم             |
| (۶) البصر فی خبر عن عمر           | (۱۷) مختصر تاریخ بغداد                |
| (۷) سیر الملأ                     | (۱۸) مختصر کلمی لابن حزم              |
| (۸) کتاب معرفۃ المرأة علی الطبقات | (۱۹) کتاب الکلماء و بیان الحارم       |
| الامصار                           | (۲۰) کتاب العلو علی الغفار            |
| (۹) تدریب التہذیب                 | (۲۱) تلخیص سنن بیہقی                  |
| (۱۰) الاکشف                       | (۲۲) مشتبہ المنقبہ                    |
| (۱۱) المعجم الشیوخ الکبیر         | (۲۳) الدررۃ المہتمیہ فی السیرۃ تیمیہ  |

(حیات ابن تیمیہ" ص ۷۷۷ و تذکرۃ الخطا اردو ص ۲۲)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف: امام ذہبی کی ۶ مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت

تاریخ الاسلام الکبیر: اس ضخیم تاریخ کو امام ذہبی نے (۷۰) طبقات میں تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ دس سال کے واقعات و حوادث پر مشتمل ہے۔ یوں ابتدائے عہد اسلام سے کر (۵۷۰۰) تک سیاسی واقعات اور ہر دور کے علماء و فضلاء کے مختصر حالات نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

میزان الاعتدال: یہ کتاب (۱۰۹۰۷) دس ہزار نو سات جھونے معجم بالکذب و ضاع اور ضعیف راویوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

تجرید الاسماء الصحابہ: یہ کتاب علامہ ابن اثیر کی مشہور تالیف "اسد الغابہ" کا اختصار ہے۔ اس میں امام ذہبی نے بہت سے اسما کا اضافہ بھی کیا ہے۔

کتاب العلو علی الغفار: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے اور مسئلہ صفات میں

مسلك احمدیہ کی تائید میں پرزور مدلل کتاب ہے۔  
 الدرۃ الثمینیہ فی سیرۃ التیمیہ: یہ کتاب شیخ الاسلام ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن  
 تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کی سیرت اور ان کے تجزیاتی و اصلاحی اور علمی کارناموں پر مشتمل ہے۔  
 تذکرۃ الحفاظ: یہ کتاب ۲۱ طبقات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۱۷۶ حفاظ کے حالات درج کئے  
 گئے ہیں۔ پہلے طبقہ کا آغاز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا ہے۔ اور آخری طبقہ میں آخر میں  
 امام ابو الجحان حنفی پر ختم کیا ہے۔ اور آخر میں اپنے ۲۶ شیوخ حدیث کے مختصر حالات لکھے ہیں۔  
 تذکرۃ الحفاظ کا اردو ترجمہ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق حسینی نے کیا ہے۔ جو  
 اسلامک پبلسٹک ہاؤس شیش محل روڈ لاہور نے ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں دو جلدوں میں شائع کیا۔  
 صفحات کی مجموعی تعداد ۱۱۹ ہے۔

www.KitaboSunnat.com









سیدنا  
میں



### قرآن و احادیث

### اسلام اور سنیّت

### شرح اولین دینی

اس کتاب میں  
حقوق و معاملات کے ان مسائل  
کو کجا کیا گیا ہے جن سے ہماری  
زندگی میں روز مرہ کا واسطہ پڑتا  
ہے۔ قرآن کریم و احادیث  
رسول و تاریخ اسلام و سیر و صحاح  
کی کتابوں سے متعلقہ نصوص اور  
واقعات کو کجا کر دیا گیا ہے۔

مسلمانوں اور مسیحیوں کی درمیان  
میدان حرب میں عاذا آرائی ایک  
تاریخی حقیقت ہے جو کسی نہ کسی  
صورت میں بدستور رہی ہے۔ اس  
تاریخی کتاب میں مسلمانوں کے  
روشن دماغی کی جھلک بڑے دلکش انداز  
میں بیان کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ  
ہی مسیحیوں کی ذہنی آلودگیوں اور  
اخلاقی پستیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو اس کے مولف  
نے اظہارِ نیت کا یہ صلہ طام  
کہ اولین دینی کو قلیل دوام  
حاصل ہوا۔ ہر جگہ طارک میں  
یہ کتاب شامل نصاب رہی  
اور آج بھی حدیث کے  
چاہنے والے اس سے بے نیاز  
نہیں ہیں۔

—

—

—

## تاریخ اسلام